سانحہ لال مسجد

ہم پر کیا گزری؟



ام الشہداء محترمہ ام حسان صاحبہ

پرنسپل: جامعہ سیدہ حفصہؓ

اسلام آباد

شعبہ نشر واشاعت: تحریک طلبہ وطالبات (لال مسجد) اسلام آباد

نام کتاب	:	سانحہ لال مسجد ...... ہم پر کیا گزری؟
مصنفہ	:	محترمہ ام حسان صاحبہ
ناشر	:	تاریخ لال مسجد پبلیکیشنز
اشاعتِ اوّل	:	۲۸ ستمبر ۲۰۰۷ء
اشاعتِ دوئم	:	۶ اکتوبر ۲۰۰۷ء
اشاعت سوئم	:	۱۰ اکتوبر ۲۰۰۷ء
تعداد	:	۵۰۰۰

ملنے کا پتہ:۔ لال مسجد اسلام آباد

0332-5342782



زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ ۙ﴿۱﴾ وَ الۡیَوۡمِ الۡمَوۡعُوۡدِ ۙ﴿۲﴾ وَ شَاہِدٍ وَّ مَشۡہُوۡدٍ ؕ﴿۳﴾
قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۙ﴿۵﴾ اِذۡ ہُمۡ عَلَیۡہَا قُعُوۡدٌ ۙ﴿۶﴾
وَّ ہُمۡ عَلٰی مَا یَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ شُہُوۡدٌ ؕ﴿۷﴾ وَ مَا نَقَمُوۡا مِنۡہُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ
یُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ۙ﴿۸﴾ الَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ اللّٰہُ
عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ ؕ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا
فَلَہُمۡ عَذَابُ جَہَنَّمَ وَ لَہُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ ﴿ؕ۱۰﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۬ؕ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡکَبِیۡرُ ﴿ؕ۱۱﴾ اِنَّ
بَطۡشَ رَبِّکَ لَشَدِیۡدٌ ﴿ؕ۱۲﴾ اِنَّہٗ ہُوَ یُبۡدِئُ وَ یُعِیۡدُ ﴿ۚ۱۳﴾ وَ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الۡوَدُوۡدُ ﴿ۙ۱۴﴾
ذُو الۡعَرۡشِ الۡمَجِیۡدُ ﴿ۙ۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ ﴿ؕ۱۶﴾ ہَلۡ اَتٰىکَ حَدِیۡثُ الۡجُنُوۡدِ ﴿ۙ۱۷﴾
فِرۡعَوۡنَ وَ ثَمُوۡدَ ﴿ؕ۱۸﴾ بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ تَکۡذِیۡبٍ ﴿ۙ۱۹﴾ وَّ اللّٰہُ مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ
مُّحِیۡطٌ ﴿ۚ۲۰﴾ بَلۡ ہُوَ قُرۡاٰنٌ مَّجِیۡدٌ ﴿ۙ۲۱﴾ فِیۡ لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ ﴿۲۲﴾

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے

قسم برجوں والے آسمان کی (۱) اور وعدے کے دن کی، (۲) اور گواہ کی اور جس کی گواہی دی گئی (۳) غارت ہوں کھائیوں والے، (۴) ایندھن بھری آگ کی، (۵) جب وہ ان پر بیٹھے تھے، (۶) اور دیکھ رہے تھے جو وہ مومنوں کے ساتھ کر رہے تھے (۷) اور وہ ان سے صرف اس بات کا بیر رکھتے تھے کہ وہ غالب اور صاحب تعریف اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، (۸) وہ جس کی آسمانوں اور زمین پر بادشاہت ہے - اور اللہ ہر بات کو دیکھتا تھا (۹) جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو فتنے میں ڈالا، پھر توبہ نہ کی، انہیں جہنم کا عذاب ہوگا اور انہیں جلانے والا عذاب ہوگا (۱۰) جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے تھے ان کے لئے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی - یہی بڑی کامیابی ہے (۱۱) بے شک تیرے رب کی پکڑ سخت ہے (۱۲) وہی شروع کرتا ہے اور دہراتا ہے (۱۳) اور وہی بخشنے والا، محبت کرنے والا ہے، (۱۴) صاحب عرش، شان والا ہے، (۱۵) جو چاہے کر گزرنے والا ہے -(۱۶) کیا تجھے لشکروں کی کہانی پہنچی ہے، (۱۷) فرعون اور ثمود کی؟ (۱۸) نہیں، مگر کافر جھٹلانے میں لگے ہیں، (۱۹) اور اللہ نے انہیں باہر سے گھیر رکھا ہے (۲۰) نہیں، بلکہ وہ ایک شان والا قرآن ہے، (۲۱) جو ایک محفوظ تختی میں ہے (۲۲)

سورة بروج (۸۵) مکہ میں نازل ہوئی

وہ عجیب صبحِ بہار تھی
کہ سحر سے نوحہ گری رہی
مری بستیاں تھیں دھواں دھواں
مرے گھر میں آگ بھری رہی

یہ جو سنگ ریزوں کے ڈھیر ہیں
یہاں موتیوں کی دکان تھی
یہ جو سائبان دھویں کے ہیں
یہاں بادلوں کی اڑان تھی

سبھی بے حسی کے خمار میں
سبھی اپنے حال میں مست تھے
سبھی راہروانِ رہِ عدم
مگر اپنے زعم میں ہست تھے

سو لہو کے جام انڈیل کر
میرے جان فروش چلے گئے
وہ سکوت تھا سرِ مے کدہ
کہ وہ خم بدوش چلے گئے

احمد فراز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



حضرت خولہ وحضرت خنساء رضی اللہ عنہما کے مجاہدانہ کردار کی یاد تازہ کرنے والی ...... شجاعت واستقلال کی پیکر ...... حیاء وعفت کی امین ...... تاریخ اسلام کے ماتھے کی جھومر ...... ام الشہداء محترمہ ام حسان صاحبہ ہماری تاریخ کا ایک انمٹ اور ناقابل فراموش حوالہ بن چکی ہیں ...... جامعہ حفصہؓ کے خلاف آپریشن کے دوران انہوں نے جس بہادری، ہمت اور حوصلے کے ساتھ کٹھن دن گزارے انہیں تاریخ کبھی بھی فراموش نہیں کر پائے گی ...... وہ شفقت ومحبت کا پیکر مجسم اور ہزاروں لاوارث اور بے سہارا بچیوں کی پناہ گاہ اور ان کے لیے ٹھنڈی چھاؤں کی مانند ہیں ...... طالبات انہیں اپنائیت اور محبت سے "آپی جان" کہہ کر پکارتی ہیں ...... مولانا عبداللہ شہیدؒ کے اہل عزیمت خانوادے کا فرد ہونے کے ناطے محترمہ ام حسان صاحبہ مجاہدے اور قربانی کا استعارہ بن گئی ہیں ...... مولانا عبدالعزیز کی رفاقت نے ان کی شخصیت کو اخلاص وللّٰہیت اور تقویٰ وتوکل کی صفات سے آراستہ کر دیا ہے ......

انہوں نے مولانا محمد عبدالعزیز صاحب کے ساتھ مل کر خواتین اسلام اور قوم کی بچیوں کے لئے باپردہ دینی ماحول، اشاعت دین واحیاء اسلام کیلئے جامعہ سیدہ حفصہ کی بنیاد رکھی ...... مولانا محمد عبدالعزیز صاحب اور محترمہ ام حسان صاحبہ کے اخلاص، دعاؤں اور شبانہ روز محنتوں کے

نتیجے میں دیکھتے ہی دیکھتے ایک چھوٹا سا مدرسہ عالم اسلام میں خواتین کی دینی تعلیم وتربیت کا سب سے بڑا ادارہ بن گیا...... تنکا تنکا جوڑ کر ان لوگوں نے قوم کی بے سہارا بچیوں کے لیے ایک آشیانہ بنایا...... برسوں کی ریاضت کے بعد جب راحت اور نصرت کے دور کا آغاز ہوا تو ان لوگوں نے مساجد کے تحفظ ، دین کی بقا، حق کی سربلندی اور شریعت کے نفاذ کی خاطر راحت و آرام کو تج کرکے، اپنا خاندان ذبح کروا کر اور اپنے مدارس کی قربانی پیش کر کے عزیمت کی ایک انوکھی مثال قائم کردی...... سانحہ لال مسجد میں شہادت کا رتبہ پانے والے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے راحت اور کامرانی پاگئے...... لیکن محترمہ ام حسان کا جگرہ اور حوصلہ تو دیکھیے کہ ان پر کیا گزری؟...... سات روزہ بھوک، پیاس...... خوفناک گڑگڑاہٹ...... پھٹتے بم...... برستی گولیاں...... کثیف دھوئیں کے مرغولے...... گرتی تڑپتی لاشیں...... بچوں اور بچیوں کی شہادتیں...... طلبہ وطالبات کا بہتا لہو...... گوشت کے بکھرے ہوئے لوتھڑے...... آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے...... زخموں سے چور طالبات...... بھوک سے بلکتے بچے...... پیاس سے تڑپتی بچیاں...... قرآن کریم کے جلتے ہوئے اوراق...... احادیث مبارکہ کی شہید کتب...... گولیوں سے چھلنی مسجد کی دیواریں دیکھ کر بلکہ سوچ کر ہی انسان حواس کھو بیٹھتا ہے لیکن آفرین ہے ام حسان صاحبہ کو کہ انہوں نے صبر واستقلال کی لازوال مثال قائم کردی...... قید وبند کی صعوبتیں، تفتیش کے کٹھن مراحل، جواں سال اکلوتے بیٹے کی شہادت، دربدری، عمر بھر کی محنت ومشقت سے تیار کی گئی جامعہ سیدہ حفصہ کی شہادت اور ویرانی ، مولانا محمد عبد العزیز صاحب کی رہائی اور مقدمات کے سلسلے میں بھاگ دوڑ ، عدالتوں اور کچہریوں کی پیشیاں، اپنوں کی سرد مہری، مدارس کے انتظامات کا بارِ گراں...... اور کوئی ہوتا تو چیخ اٹھتا کہ

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے

ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

لیکن محترمہ ام حسان صاحبہ اب بھی صبر ورضا اور ایمان وایقان کی ایک شمع کی مانند روشنی بانٹ رہی ہیں...... ان سے مل کر ایمان کو جلا ملتی ہے...... ان کی باتیں جذبوں کے لیے مہمیز کا کام دیتی ہیں...... اور ان کی آپ بیتی حیران کر دیتی ہے...... اللہ ان کے جذبوں کو سلامت رکھے...... ان کی قربانی کو شرف قبولیت سے نوازے...... اور ان کے بچوں، بچیوں، خاندان اور مدرسے کے نذرانے کو وطن عزیز میں نفاذِ اسلام کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین

شعبہ نشر واشاعت

تحریک طلبہ وطالبات

لال مسجد اسلام آباد

''سانحہ لال مسجد...... ہم پر کیا گزری'' سانحہ لال مسجد کے حوالے سے اصل حقائق اور درست معلومات پہلی بار منظر عام پر لانے کی ایک کوشش ہے...... یہ کتابچہ نفاذ اسلام کی جدوجہد کے لیے دعوت فکر اور پیغام عمل بھی ہے...... اس کی نشر واشاعت ہمارا دینی اور مذہبی فریضہ ہے...... اس سلسلے میں درج ذیل نمبر پر رابطہ کیجیے

برائے رابطہ: 0332-5342782

ہم پر کیا گزری؟



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سانحہ لال مسجد کے زخم میری روح کی گہرائیوں تک اتر گئے ہیں ......وہ دلخراش مناظر، وہ بے بسی کے لمحات، وہ درد و غم کے قصے......سوچتی ہوں تو دل سے درد کی ٹیسیں سی اٹھنے لگتی ہیں......بیان کرنے لگتی ہوں تو کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے......قلم اٹھاتی ہوں تو ہاتھ لرز جاتے ہیں......سمجھ نہیں آتی جبر و تشدد اور ظلم و ستم کی داستان کا آغاز کہاں سے کیا جائے؟......اپنوں کی جفاؤں کا گلہ کیا جائے یا غیروں کے جور و ستم کو ہدف تنقید بنایا جائے؟......شہدائے لال مسجد کی جرأت و بہادری کو سلام عقیدت پیش کیا جائے یا امت مسلمہ کی بے حسی اور بے بسی کا رونا رویا جائے؟......غازی بھائی کی عبقری شخصیت کا مرثیہ کہا جائے یا اپنی پھول سی بچیوں کی جدائی پر نوحہ لکھا جائے؟......لال مسجد کی گولیوں سے چھلنی دیواروں کا تذکرہ کیا جائے یا قرآن کریم کے جلتے ہوئے اوراق کی بات کی جائے؟......یہ وہ چند سوالات ہیں جنہوں نے عجیب کشمکش میں مبتلا کر رکھا ہے......

یوں تو میری زندگی اسی دن سے آزمائشوں اور امتحانات کی نذر ہو گئی تھی جس دن سے مجھے مولانا عبداللہ شہیدؒ کے اہل عزیمت خانوادے کا ایک فرد ہونے کا اعزاز حاصل ہوا......میں

بہت ناز ونعم میں پلی تھی لیکن جس گھر میں آئی یہاں دین کے لیے اپنا سب کچھ نچھاور کر دینے کا درس کچھ اس انداز سے ملا کہ حق کی سربلندی اور دین کی بقا کی خاطر اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے کا تہیہ کرلیا...... میرے سامنے مولانا محمد عبداللہ شہید کو گولیوں سے چھلنی کیا گیا...... مولانا عبدالعزیز صاحب کو حق گوئی کی پاداش میں جھوٹے مقدمات میں الجھا کر اشتہاری بنایا گیا...... ہمارے مدرسے پر دو دفعہ پولیس نے یلغار کی...... ہماری سینکڑوں بچیوں کو زخمی کیا گیا...... بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا...... چادر و چار دیواری کا تقدس پامال کیا گیا...... لیکن حالیہ سانحہ لال مسجد نے تو وہ سارے غم بھلا دیئے...... اف اللہ! میں نے تو کبھی سوچا تک نہیں تھا...... میں نے کیا کسی نے بھی یہ نہیں سوچا ہوگا کہ اسلام کے نام پر آباد ہونے والا شہر کوفہ بن جائے گا اور اس میں کربلا بپا کر دی جائے گی......

لال مسجد میں برپا ہونے والی قیامت صغریٰ کی بنیاد بننے والے اسباب و وجوہات کی فہرست بہت طویل ہے لیکن اس کی انتہاء مسجد امیر حمزہ کی شہادت تھی...... کیونکہ کلمہ طیبہ کے نام پر معرض وجود میں آنے والی مملکت خداداد میں کلمہ گو مسلمانوں کو بہت ستایا گیا...... وہ کون سا ستم ہے جو اسلام اور مسلمانوں پر پاک سرزمین میں نہ ڈھایا گیا ہو...... اتاترک کو آئیڈیل قرار دے کر روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے نام پر بے دینی اور بے راہ روی کو فروغ دیا گیا...... نصاب سے قرآنی آیات اور اسلامی تعلیمات کا اخراج کر کے ہماری نئی نسل کو بے دینی کی دلدل میں دھکیلنے کی کوشش کی گئی اس کوشش کو روکنا تو کجا کسی نے اس پر صدائے احتجاج بلند کرنے کی زحمت تک گوارہ نہ کی...... فحاشی اور عریانی کے سیلاب بلاخیز نے نوجوان نسل کے ایمان اور ان کی زندگیاں برباد کر دیں لیکن کسی نے اپنی نئی نسلوں کو بچانے کی فکر اور محنت نہ کی...... عدالتوں میں انصاف بکنے لگا ......رشوت خوری قابل افتخار ٹھہری...... کرپشن با اختیار ہونے کی علامت سمجھی جانے لگی ......غریب ظلم وستم کی چکی میں پسنے لگے...... میراتھن ریس کے نام پر شرم وحیا کا جنازہ نکالا گیا

......تحفظ حقوق نسواں بل کے نام پر در پردہ بدکاری کو تحفظ فراہم کیا گیا...... مدارس پر چھاپے مارے گئے...... علمائے کرام کو شہید کیا گیا...... اپنے کندھے پیش کر کے اپنے مسلمان بھائیوں کو شہید کروایا...... ہنستی بستی بستیوں کو تاخت وتاراج کروادیا...... اپنے شہریوں کو ڈالروں کے عوض بیچتے رہے...... اپنے شہریوں کو اُٹھا اُٹھا کر غائب کرتے رہے اور ان کے بچے اور ورثاء مارے مارے دربدر کی ٹھوکریں کھاتے رہے...... محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو بے توقیر کر کے قید کر دیا گیا...... مجاہدین پر اللہ کی زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود تنگ کر دی گئی...... پردے کو دقیانوسی کی علامت باور کروایا گیا...... جہاد کو دہشت گردی قرار دیا گیا...... پھر پاکستان میں شعائر اللہ کی بے حرمتی کا آغاز ہوا...... مساجد جو کعبۃ اللہ کی بیٹیاں اور اللہ کی عظمت کی نشانیاں ہوتی ہیں انہیں شہید کرنے کا سلسلہ شروع ہوا...... اسلام آباد میں یکے بعد دیگرے سات مساجد کو شہید کر دیا گیا...... ہر مسجد کی شہادت ہمارے دلوں پر ایک گہرا زخم اور نشان ثبت کرتی جارہی تھی ......ہم دیکھتے رہے کہ مساجد کی شہادت کے بعد کچھ دن تک تو اخبارات میں ان کا تذکرہ ہوتا ...... پریس کانفرنسیں، قراردادیں، اجلاس اور مشاورتیں ہوتیں...... جلسے جلوس نکلتے...... لیکن آہستہ آہستہ ان مساجد کی خبریں اخبارات کے صفحات سے گم ہو جاتیں اور لوگ سب کچھ بھول بھلا کر اپنی مصروفیات اور زندگی کی عیش وعشرت میں مگن ہو جاتے...... اس صورتحال پر ہم اندر ہی اندر کڑھتے رہتے...... سوچتے رہتے کہ اس بے دینی اور بے حیائی وفحاشی کے سیلاب بلاخیز کے سامنے بند باندھنے کی کوئی تو سبیل ہونی چاہیے......

اس سال کے آغاز میں ہوا یوں کہ پہلے تو ہماری جامعہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو اوپر تلے نوٹس ملنے لگے...... پھر 80 سے زائد مساجد کی ایک لسٹ منظر عام پر آ گئی کہ انہیں العیاذ باللہ شہید کیا جائے گا...... مساجد ومدارس کو سیکورٹی رسک قرار دیا جانے لگا اور اللہ کے گھر ایک ظالم، آمر شخص یعنی پرویز مشرف کی من مانی اور ہٹ دھرمی کی نذر ہونے لگے...... 80 سے زائد

مساجد کی شہادت کے ناپاک منصوبے نے ہماری نیندیں اڑا دیں...... مولانا محمد عبدالعزیز صاحب کو میں نے زندگی میں اتنا دکھی اور فکرمند کبھی نہیں دیکھا تھا جتنا اس موقع پر مولانا کی کیفیت تھی حتیٰ کہ اپنے والدِ محترم مولانا محمد عبداللہ شہیدؒ کی شہادت جیسے عظیم سانحے کے وقت بھی مولانا اس کیفیت سے دوچار نہیں تھے جو کیفیت مسجد امیر حمزہ کی شہادت کے بعد مولانا پر طاری ہوگئی تھی...... میں نے بھی ابا جان کو اپنی آنکھوں کے سامنے شہید ہوتے ہوئے دیکھا تھا...... میرے سامنے میرے ابا جان حضرت مولانا عبداللہؒ کو گولیوں سے چھلنی کردیا گیا تھا...... آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک عورت اور ایک بیٹی ہونے کے ناطے مولانا محمد عبداللہ شہیدؒ جیسے شفیق اور مہربان ابا جان کی شہادت کا میرے دل ودماغ پر کیا اثر پڑا ہوگا لیکن اس وقت تو چونکہ اس بات کی خوشی اور تسلی بھی تھی کہ چلو ابا جیؒ کو شہادت کا رتبہ اور اعزاز مل گیا لیکن مسجد امیر حمزہؓ کی شہادت کی خبر نے مجھے جتنا دکھ دیا...... مسجد امیر حمزہؓ کی بکھری ہوئی اینٹیں دیکھ کر میں جس قدر روئی ابا جان کی شہادت پر بھی شاید میں اتنا نہ روئی ہوں گی۔

اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آنے والے وطنِ عزیز میں اسلامی شعائر اور دینی اقدار وروایات کا جس انداز سے جنازہ نکالا جارہا تھا مسجد امیر حمزہؓ کی شہادت اس کی انتہاء تھی...... ہمارے دلوں پر اس سے قبل مسجد امیر حمزہؓ کی شہادت جیسی چھ قیامتیں گزر چکی تھیں...... ہم اس انتظار میں تھیں کہ کوئی تو ابنِ قاسم اُٹھے گا جو کعبۃ اللہ کی بیٹیوں کی پاسبانی کا فریضہ سرانجام دے گا...... ہمیں اس بات پر حیرت اور افسوس ہوتا تھا کہ انڈیا کی بابری مسجد کی شہادت پر تو پورا عالمِ اسلام سراپا احتجاج بن جاتا ہے لیکن اسلام آباد کی مسجد ابنِ عباسؓ سمیت دیگر مساجد کی شہادت، اس کے ملبے تلے دبے ہوئے قرآن کریم کے نسخے مسلمانوں کی غیرت ایمانی کو جگانے میں ناکام کیوں ہیں؟...... جس دن مسجدِ امیر حمزہؓ شہید ہوئی اس دن میں درد وکرب کی عجیب کیفیت سے گزر رہی تھی...... مجھے رات بھر نیند نہ آئی...... مولانا صاحب کی کیفیت ایسی تھی کہ مجھے

ان پر ترس آنے لگا تھا...... وہ اس رات کے آخری پہر مصلے پر ہچکیاں لے لے کر روتے رہے...... یہ یکم محرم الحرام 1428 ہجری بمطابق 21 جنوری 2007ء کی صبح تھی ...... میں جونہی مدرسے پہنچی تو کچھ طالبات بھاگی بھاگی میرے پاس آئیں اور بتانے لگیں کہ عالمیہ(M.A) اور عالیہ(B.A) کلاس کی کچھ سینئر طالبات نے چند معلمات کے ساتھ مل کر اپنے غم و غصے کے اظہار اور احتجاج ریکارڈ کروانے کے لئے مدرسے سے متصل لائبریری کو احتجاجاً یرغمال بنالیا ہے...... یہ صورتحال میرے لئے بڑی تشویشناک تھی ...... میں فوراً ان طالبات کے پاس پہنچی ...... جب میں نے انہیں واپس مدرسے آنے کا کہا تو وہ رو پڑیں، ضد پر اتر آئیں اور کہنے لگیں:

''آپی جان! اب خدارا...... ! ہمیں آپ گناہ گار اور مجبور نہ کرنا...... اگر آج بھی ہم نے اللہ کے گھر کی شہادت پر کسی ردِعمل کا اظہار نہ کیا...... تو ہمارے کلیجے درد کی شدت کی وجہ سے پھٹ جائیں گے۔''......

میں حیران رہ گئی وہ طالبات جو عام حالات میں میرے سامنے بات تک نہیں کرتی تھیں آج وہ اپنے دل کی بھڑاس نکال رہی تھیں ...... ان کی بات دینی، شرعی اور عقلی لحاظ سے معقول تھی، میں شش و پنج میں پڑ گئی، مولانا محمد عبدالعزیز صاحب سے رابطہ کیا، انہیں اس صورتِ حال سے آگاہ کیا اور طالبات کا مؤقف ان کے سامنے بیان کیا تو مولانا صاحب نے کہا:

''میں آج شب استخارہ کرتا رہا لیکن مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ مساجد کی شہادت کا یہ سلسلہ کیونکر روکا جائے، اب ان بچیوں نے اگر یہ اقدام کر ہی لیا ہے تو شاید اللہ کی طرف سے اس میں کوئی خیر مقدر ہو...... تاہم میں اس بارے میں غازی بھائی سے مشورہ کر کے آپ کو بتاتا ہوں۔''......

مولانا صاحب، غازی صاحب سے مشورہ کرنے چلے گئے، اتنے میں یہ خبر پھیل گئی، شاید غازی صاحب نے مسئلے کو افہام و تفہیم کے ذریعے حل کرنے کی نیت سے خود ہی انتظامیہ کو اطلاع کر دی، تھوڑی ہی دیر میں ضلعی انتظامیہ کے افسران اور راولپنڈی اسلام آباد کے

علماء کرام تشریف لے آئے اور پھر یوں لگا جیسے کوئی بھونچال آ گیا ہو...... ہماری بچیوں نے علماء کرام اور ضلعی انتظامیہ پر دوٹوک انداز میں اپنے مطالبات واضح کر دیئے اور دیگر مطالبات سمیت اس مطالبے پر زور دیا گیا کہ......

''جب تک شہید مساجد کی تعمیر نو نہیں کر دی جاتی اور جن مساجد کی شہادت کی لسٹ تیار کی گئی ہے اسے واپس نہیں لیا جاتا تب تک وہ کسی صورت اپنا احتجاج ختم کرنے کو تیار نہیں۔''......

طالبات کا یہ مطالبہ بالکل شرعی، آئینی اور برحق تھا اس لئے ہم نے ان کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا کہ ٹھیک ہے یہ بچیاں اپنے مفاد یا ضروریات کی بات تو نہیں کر رہیں، نہ یہ سڑکوں پر نکلی ہیں، بلکہ ایک محفوظ چار دیواری کے اندر بیٹھ کر ایک جائز اور آئینی مطالبہ پیش کر رہی ہیں اس لیے ان کی سرپرستی کی جانی چاہیے...... لیکن بدقسمتی سے ان بچیوں کا یہ جائز اور آئینی مطالبہ تسلیم کرنے کی بجائے الٹا پروپیگنڈے کی آگ بھڑکا دی گئی...... دھمکیوں اور دھونس سے کام لیا جانے لگا...... گولی کی زبان میں بات کرنے کا ڈراوا سنایا جانے لگا...... سات مساجد کو شہید کر کے سات دفعہ رِٹ آف اللہ کے چیلنج ہونے پر جن کانوں پر جوں تک نہ رینگی تھی انہوں نے رِٹ آف گورنمنٹ کی رَٹ لگا دی...... سات مساجد جو تقدس کا مرکز تھیں ان کو شہید کر دیا گیا لیکن اتنی صدائے احتجاج بلند نہ ہوئی جتنی لائبریری کے ایشو پر بلند ہوئی...... ایک چھوٹی سی لائبریری جس کو کوئی تقدس حاصل نہ تھا اور اسے کوئی نقصان بھی نہیں پہنچایا گیا تھا اس میں طالبات کے احتجاجی دھرنے پر آسمان سر پر اٹھا لیا گیا...... وزیرِ مذہبی امور اعجاز الحق جن کے بارے میں ہم آج تک یہ سمجھتے رہے کہ وہ مساجد و مدارس کے خیر خواہ اور دینی معاملات میں مخلص ہیں، انہوں نے عجیب منافقانہ طرزِ عمل اختیار کیا اور ہماری بچیوں پہ ٹرپل ون بریگیڈ کی یلغار کی دھمکی دی...... ان ساری باتوں نے ہمارے صدمے اور غم و غصے میں اضافہ کر دیا...... پھر اعجاز الحق نے انتہائی شاطرانہ اور مکارانہ چال چلی کہ فوراً کراچی جا کر ہمارے اکابر علماءِ کرام جنہیں ہم اپنے سروں کا تاج اور

سروں کا سایہ سمجھتے ہیں انہیں اس مسئلے میں ڈال کر انہیں بے توقیر اور متنازعہ بنانے کی کوشش کی
......اعجاز الحق کو یہ ٹاسک سونپا گیا تھا کہ وہ اکابر علماء کرام کے ذریعے احتجاج اور اشتعال
واضطراب کی فضا کو ختم کروائیں...... چنانچہ اعجاز الحق کریڈٹ لینے کے لیے اور اپنی وزارت
بچانے کے لیے اس مشن کے لیے سرگرم ہو گئے...... مولانا محمد عبدالعزیز صاحب اور علامہ غازی
شہید نے علماءِ کرام سے انتہائی ادب سے درخواست کی کہ وہ فی الوقت اس معاملے میں نہ
پڑیں کیونکہ حکومت ان کی ساکھ برباد کرنے اور ہمیں تنہاء کرنے کے لئے دو دھاری تلوار سے کام
لے رہی ہے اور علماءِ کرام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی جارہی ہے...... مولانا محمد عبدالعزیز صاحب
کے بیانات ریکارڈ پر موجود ہیں کہ ہم نے اس دن سے یہ کہنا شروع کیا کہ حکومت کے ساتھ
مذاکرات محض ایک ڈھونگ کے سوا اور کچھ نہیں...... مولانا عبدالعزیز صاحب اور علامہ غازی
شہید اور تحریک کے طلبہ وطالبات نے کبھی بھی علماءِ کرام کی گستاخی کی نہ نافرمانی، اور نہ ہی انہوں
نے علماءِ کرام پر عدمِ اعتماد کا اظہار کیا بلکہ وہی دھوکہ اور فراڈ جو 9 اور 10 جولائی کی ملکی تاریخ میں
بدترین لہورنگ درمیانی شب کے آخری پہر پوری قوم پر حتیٰ کہ ہمارے اکابر کے سامنے بھی آشکارا
ہوا...... ہمیں پہلے دن سے صرف اسی بات کا خدشہ تھا کہ اعجاز الحق جیسے دھوکے باز وزراء
مذاکرات کی آڑ میں دراصل مساجد کی شہادت کی راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں اور ملک میں جاری بے
دینی اور فحاشی وعریانی کے ایجنڈے کو مزید آگے بڑھانے کیلئے کوشاں ہیں...... لائبریری کو یرغمال
بنائے جانے کے بعد جب مساجد کے تحفظ کی آواز لگ گئی تو ہم نے سوچا کہ اگر آج ہم ان سات
مساجد کو دوبارہ تعمیر کروانے میں کامیاب ہو بھی جاتے ہیں تو کل اس ملک کی باقی مساجد کے تحفظ
کی ضمانت ہمیں کیسے حاصل ہو سکتی ہے......؟ کیونکہ ہمارے ساتھ گزشتہ چند برسوں سے انتہائی
سنگین مذاق کیا جا رہا ہے...... کبھی حقوقِ نسواں بل کے نام پر بدکاری کو تحفظ فراہم کیا جاتا ہے تو ہم
اس کے خلاف احتجاج کرتے ہیں...... کبھی اپنے مسلمان بھائیوں کا قتلِ عام کرنے کے لئے اپنا

کندھا پیش کیا جاتا ہے تو ہم اس پر جلوس نکالتے ہیں...... کبھی میراتھن ریس کے نام پر قوم کی بچیوں کو ننگے سر سڑکوں پر دوڑایا جاتا ہے تو ہم اس پر صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں اور دین دشمن ہمارے احتجاج اور جلسوں ،جلوسوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ہر رکاوٹ کو عبور کرتے چلے جا رہے ہیں...... آخر ہم کس کس مورچے سے پسپائی اختیار کرتے چلے جائیں گے......؟ آخر ہم کس کس معاملے پر احتجاج کرتے اور جلوس نکالتے رہیں گے...... بالآخر ہم قرآن وسنت کی روشنی میں اس نتیجے پر پہنچے کہ ان تمام مسائل کی بنیاد اور جڑ تو یہی ہے کہ اسلام کے نام اور کلمے کے نعرے پر قائم ہونے والے اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی محنت اور جدوجہد کی جائے ......وہی جدوجہد جو گزشتہ ساٹھ سال سے علماء کرام اور دین کا درد رکھنے والے کرتے چلے آرہے تھے...... یہ وہی جدوجہد اور محنت تھی جو کرتے کرتے ہمارے ابا جانؒ نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا تھا اور جس اسلامی نظام کی آواز لگاتے لگاتے مولانا محمد عبدالعزیز کی ڈاڑھی میں چاندی اتر آئی تھی......لال مسجد سے اسلامی نظام کے نفاذ کی آواز بلند ہونا شروع ہوگئی لیکن عجیب بات یہ ہوئی کہ جوں ہی ''نفاذِ اسلام'' کا نعرہ لگا اپنے کیا اور پرائے کیا سب ہم پر برس پڑے...... ہمیں حیرت ہوئی کہ...... یا اللہ! ایک شرعی ،آئینی اور اصولی مطالبہ کیوں اتنا بڑا جرم بن گیا ہے کہ اتنی ہاہا کار مچ گئی ہے؟...... وہ حکومت جو ہمارے کسی احتجاج کو خاطر میں نہ لاتی تھی اس ادنیٰ سی کوشش کی وجہ سے اس کے ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی...... وہ ذرائع ابلاغ جو بے حیائی کے فروغ کو اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے وہ شریعت کے نفاذ کے مطالبات کو نمایاں جگہ دینے پر مجبور ہوگئے۔

نفاذ اسلام کے اس مطالبے اور محنت کی وجہ سے ملک بھر کے عوام میں امید کی ایک کرن پیدا ہوئی......نوجوانوں کے قافلے سروں پر عمامے سجائے لال مسجد کا رُخ کرنے لگے...... خواتین اور مدارس و اسکول کالجز کی طالبات جامعہ سیدہ حفصہ کی طالبات کے شانہ بشانہ اٹھ کھڑی ہوئیں ......پھر کیا تھا کہ ہمیں سنگین نتائج کی دھمکیاں دی جانے لگیں...... ہماری مسجد اور مدرسے کا بار بار

محاصرہ کیا جانے لگا...... لیکن الحمدللہ ہر دفعہ انتظامیہ کو منہ کی کھانا پڑتی کیونکہ علماء، طلبہ اور عوام الناس نے مسجد کے تحفظ کیلئے اپنی جانیں نچھاور کرنے کا تہیہ کر رکھا تھا...... لال مسجد جو ہر دور میں دینی تحریکوں کا مرکز رہی ہے ''شریعت یا شہادت'' کے نعرے کے بعد ملک بھر کے ظلم وستم کی چکی میں پستے ہوئے عوام کی امیدوں کا محور و مرکز بن گئی...... لوگوں نے اپنے مسائل کے حل کیلئے لال مسجد کی طرف رجوع کرنا شروع کر دیا...... الحمدللہ مولانا محمد عبدالعزیز صاحب اور علامہ عبدالرشید غازی شہیدؒ نے بہت سے مصیبت زدہ بھائیوں کا درد بانٹا...... بہت سی ستم رسیدہ بہنوں کے زخموں پر مرہم رکھا...... انصاف کی تلاش میں دردر کی ٹھوکریں کھانے والوں کو انصاف تک رسائی میں مدد دی...... جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ لال مسجد سے امید اور روشنی کی کرنیں نمودار ہو رہی ہیں تو زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے قافلوں نے لال مسجد آنا شروع کر دیا...... بے شمار نوجوانوں نے آ کر لال مسجد میں ڈیرے ڈال لیے اور اپنی زندگیاں وطنِ عزیز میں نفاذِ اسلام کی محنت کے لئے وقف کر دیں...... استعمار کے ایجنٹ اور اہل باطل بڑی باریک بینی سے اس صورتحال کا جائزہ لے رہے تھے...... انہیں صاف نظر آ رہا تھا کہ پاکستان کے عدالتی نظام پر عدمِ اعتماد کا اظہار کرنے والے لوگوں نے لال مسجد کو اپنے درد کا درماں سمجھ لیا تو پھر ہمارے لیے کوئی پناہ گاہ باقی نہیں بچے گی...... صاف دکھائی دے رہا تھا کہ ہمارا موجودہ سسٹم جو گزشتہ ساٹھ سال سے عوام کا لہو چوس رہا ہے اور بے بس و بے کس لوگوں کی پیٹھوں پر ظلم وستم کے تازیانے برسا رہا ہے، لال مسجد سے اسلام کے جس عادلانہ نظام کے نفاذ کی آواز لگائی گئی ہے اس آواز نے اس سسٹم کی چولیں ہلا دی ہیں اور اگر لوگوں کو اس بات کا یقین اور احساس ہو گیا کہ اسلام کے نظام عدل وانصاف میں ہی نجات اور فلاح ہے تو پھر اس سسٹم اور اس کے محافظوں اور اس سے فوائد سمیٹنے والوں کیلئے پاک سرزمین تنگ ہو جائے گی...... اس لئے وہ لوگ اپنے سارے وسائل کو جھونک کر نفاذِ اسلام کی آواز کو دبانے کی کوشش کرنے لگے اور ہمارے خلاف پروپیگنڈے میں

مصروف ہو گئے...... رائی کو پہاڑ بنا کر پیش کیا جانے لگا...... چھوٹی چھوٹی چیزوں کو نمایاں کیا جانے لگا...... کبھی مدرسے کی زمین کے غیر قانونی ہونے کی بحث چھیڑ دی جاتی...... کبھی رِٹ آف گورنمنٹ کا شوشہ چھوڑ دیا جاتا...... کبھی کوئی اور ہتھکنڈہ آزمایا جاتا...... ہمیں ان چیزوں کی تو کوئی پرواہ نہ تھی لیکن ہمارے ساتھ جو سب سے بڑا ستم ہوا وہ یہ کہ ہمارے اپنوں کے دلوں میں ہمارے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کر دی گئیں...... ہمیں ایجنسیوں کیلئے کام کرنے کے طعنے دیئے گئے...... ہمارے خلاف فضا اس مہارت سے ہموار کی گئی کہ ہمارے اپنے بھی ہمارا ساتھ چھوڑ گئے...... سب جانتے تھے کہ دین کی حفاظت و اشاعت کیلئے ہمارے خاندان کا کردار کیا رہا ہے...... سب کو پتہ تھا کہ ہم اپنے لئے کچھ نہیں مانگ رہے تھے...... مولانا محمد عبدالعزیز صاحب نے تو پوری زندگی درویشی اور فقر کے عالم میں گزار دی تھی...... ہمارے پاس ایسے بہت مواقع آئے تھے جب ہم سودے بازی کرنا چاہتے...... ''کچھ لو اور کچھ دو'' کی پالیسی اختیار کرتے تو اپنے لئے بہت کچھ لے سکتے تھے...... اتنا کچھ کہ جو دوسروں کے تصور سے بھی بالاتر ہے...... لیکن اللہ گواہ ہے کہ ہم نے کبھی اپنے لیے کچھ نہیں لیا...... ہم نے اللہ کیلئے، اللہ کے دین کی سربلندی کیلئے اپنے تمام مفادات کو حتیٰ کہ اپنی زندگیوں کو داؤ پر لگا دیا اور ہمیشہ عزیمت والا راستہ اپنائے رکھا لیکن سمجھ نہیں آتی کہ ہمیں کیوں تنہا اور بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا؟...... آخر ہمارا جرم کیا تھا؟...... سب ہمارے مطالبات کی تائید کر رہے تھے...... ہماری محنت کو وقت کا اہم ترین تقاضہ قرار دے رہے تھے...... لیکن تان اس بات پر آ کر ٹوٹتی تھی کہ لال مسجد والوں کا طریقہ کار غلط ہے...... ہم نے ہمیشہ دست بستہ عرض کی کہ ''نفاذ اسلام اور انسداد فحاشی کی محنت کو اس وقت کی سب سے بڑی اور ضروری محنت تو سبھی تسلیم کرتے ہیں اور اگر یہ محنت کرنے کا ہمارا طریقہ غلط ہے تو درست طریقے سے اس محنت کا آغاز کر دیا جائے یا ہمارے سامنے درست طریقے کی نشاندہی کر دی جائے''۔ لیکن ایسا کسی نے نہ کیا...... بلکہ ایک بہت بڑا طبقہ ایسا تھا جس نے مخالفت برائے

مخالفت کا وطیرہ اختیار کر لیا...... وکلاء برادری نے ایک دنیوی مسئلے کے لیے مثالی اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کر کے حکومت کو جھکنے پر مجبور کر دیا لیکن ہماری دیندار برادری ایک خالصتاً دینی و شرعی مسئلے پر اتحاد و اتفاق اور یکجہتی کا مظاہرہ نہ کر پائی...... ہم نے نفاذِ اسلام کی محنت کی طرف عملی پیش قدمی کرتے ہوئے معاشرے کی تطہیر کے لیے پریشر ڈالنا شروع کیا...... مولانا عبدالعزیز صاحب فرمایا تے کہ: ''جب تک معاشرے میں پھیلی ہوئی فحاشی کی گندگی صاف نہیں کر دی جاتی تب تک صالح معاشرے کے وجود میں آنے اور اسلامی انقلاب کے آنے کا کوئی امکان نہیں...... اس لیے مولانا صاحب کو یہ فکر کھائے جاتی تھی کہ ملک اور شہر میں جگہ جگہ فحاشی کے اڈوں میں جن بچیوں پر ظلم ہوتا ہے وہ ہماری اپنی بچیوں کی طرح ہیں اور جن جوانوں کو بے راہ روی کا درس دیا جاتا ہے وہ ہمارے اپنے بچوں کی طرح ہیں''...... اس لئے ہم نے پہلے مرحلے میں سی ڈیز اور فحش مواد کا زہر بانٹنے والوں میں دعوت و تبلیغ کی محنت شروع کی...... ہم نے برائی کے ان سرچشموں کو بند کروانے کا آغاز کیا...... اللہ گواہ ہے کہ ہم نے زبردستی کسی کی نہ دوکان بند کروائی نہ کسی کی سی ڈیز نذر آتش کیں...... ہاں البتہ ایسے بے شمار خوش نصیب تھے جنہوں نے مولانا محمد عبدالعزیز صاحب اور تحریک طلباء و طالبات کے نمائندوں کی دعوت سے متأثر ہو کر از خود ہی اس ناجائز و ناپاک کاروبار سے توبہ تائب ہونے کا اعلان اور فیصلہ کیا اور اپنے ہاتھوں وہ گندا مواد جلا ڈالا...... سبھی کو معلوم ہے کہ لال مسجد کے باہر ایک صاحب نے اپنی رضا و رغبت سے پندرہ لاکھ روپے مالیت کا فحش مواد نذر آتش کیا...... اسی طرح بہارہ کہو کے ایک آدمی نے اپنی ویڈیو شاپ میں موجود فحش مواد خود نذر آتش کیا تو اسے بھی گرفتار کر لیا گیا اور وہاں سے گزرتے ہوئے ہمارے طلبہ کو بھی گرفتار کر کے ان کے خلاف مقدمات بنا دیئے گئے...... فحش مواد کو ختم کرنے کی یہ مہم دراصل وطن عزیز کی نسل نو کے تحفظ کی مہم تھی اور اپنی نوجوان نسل کی صلاحیتوں کو دین و ملت کی خدمت میں لگانے کی کوشش تھی...... اس کوشش پر ہمیں ایوارڈ ملنے چاہیے تھے لیکن اُلٹا ہمارے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا گیا

اورہمیں اور ہمارے طلبہ کو جھوٹے مقدمات میں الجھا دیا گیا...... ہمارے بچوں کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا گیا۔

فحاشی وعریانی کی اس آلودگی کے خاتمے کی مہم کے دوران اسلام آباد میں واقع سیکٹر جی سکس کے مکینوں نے آ کر سیکٹر جی سکس میں واقع فحاشی کے ایک اڈے کے بارے میں اپنی بے بسی اور مشکلات سے آگاہ کیا اور بتایا کہ:

''یہ اڈہ بدنام زمانہ نائیکہ شمیم چلا رہی ہے، اس کی وجہ سے ہمارا جینا دوبھر ہو چکا ہے ...... ہمارے بچے اور بچیاں بے راہ روی کے سخت خطرے سے دوچار ہیں لیکن انتظامیہ اس کے اثر ورسوخ کی وجہ سے اس نائیکہ پر ہاتھ ڈالنے سے گریزاں ہے آپ اس کا کوئی بندوبست کریں'' ...... ہماری معلمات ایک دفعہ اس کو اصلاحی دعوت دینے اس کے ڈیرے پر گئیں، اس کو سمجھایا ،خوف خدا اور فکر آخرت کا درس دیا مگر وہ باز نہ آئی...... دوبارہ طالبات گئیں اور فیصلہ کن انداز سے اسے گندا دھندہ چھوڑنے کو کہا تو وہ آگے سے اُلجھ پڑی تو طالبات یہ سوچ کر اسے مدرسے لے آئیں کہ مدرسے کے ماحول میں شاید اس کی اصلاح ہو جائے اور جی سکس کے مکین اس کی گندگی نجات حاصل کر لیں...... وہ نائیکہ چند روز ہمارے مدرسے میں رہی...... ہم نے اپنی طرف سے اس کی اچھی خاصی خاطر تواضع کی...... اس کے آرام کا خیال رکھا کیونکہ ہمارا مقصد اس کی اصلاح تھا...... اس نے ایک دن کہا کہ میں اپنے اس گھناؤنے فعل سے تُوبہ تائب ہونا چاہتی ہوں...... ہم نے کہا بہت اچھا...... پھر اس نے میڈیا کے سامنے توبہ تائب ہونے کا اعلان کیا تو ہم نے اسے چھوڑ دیا ...... آنٹی شمیم کے خلاف کارروائی ہمارے احتجاج کا ایک انداز تھا اور یہ بڑا کامیاب رہا ...... اگر یہ کارروائی نہ کی جاتی تو ممکن ہے انتظامیہ کے نقار خانے میں ہمارے مطالبات طوطی کی آواز ثابت ہوتے لیکن الحمدللہ اس ایک واقعے کے بعد انتظامیہ نے خود بھی فحاشی کے بے شمار مراکز کو عبدالرشید غازی شہیدؒ کی نشان دہی پر بند کروایا اور آنٹی شمیم قبیل کے بے شمار عناصر از خود

بھی انڈر گراؤنڈ چلے گئے۔

اس کے بعد ہم نے اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا...... نفاذ شریعت اور انسداد فحاشی کے حوالے سے پرامن طریقے سے اپنا مؤقف پیش کرنے لگے لیکن ہمیں مختلف حیلے بہانوں سے تنگ کیا جانے لگا...... یوں تو لال مسجد سے وابستہ سینکڑوں علماء وطلباء کو گرفتار کیا گیا لیکن کسی کی گرفتاری پر اتنے شدید ردعمل کا اظہار نہیں کیا گیا لیکن ہماری معلمات اور بچیوں کا اغواء ایک اتنا سنگین معاملہ تھا کہ اس وقت غیرت کا تقاضہ یہ تھا کہ اس حادثے پر سخت ردِعمل کا اظہار کیا جائے...... چنانچہ معلمات کو چھڑانے کیلئے پولیس اہلکاروں کو یرغمال بنا لیا گیا...... پولیس اہلکار خود ہی گواہی دیں گے کہ ان کے ساتھ کس حسن سلوک کا مظاہرہ کیا گیا......اور جب ہماری بچیوں کو رہائی ملی تب پولیس اہلکار بھی چھوڑ دیئے گئے......

اس کے بعد ''تحریک طلباء وطالبات'' بڑے پرامن طریقے سے جاری رہی...... ہماری کوشش یہ تھی کہ اسلام کے نام پر حاصل کی جانے والی مملکت خداداد میں تطہیر کا عمل جاری رہے......ہم نے بارہا انتظامیہ سے رابطہ کیا کہ فحاشی کے مراکز بند کیے جائیں لیکن انتظامیہ ہمیشہ بے بسی کا اظہار کرتی رہی بالخصوص غیر ملکیوں کے معاملے میں تو بالکل ہی ہماری انتظامیہ کے پَر جلنے لگتے تھے...... ہمیں اس بات پر بہت دکھ ہوتا کہ دینی علوم کے حصول کے لئے آنے والے غیر ملکی مہمانان رسول کیلئے تو ہمارے تمام دروازے بند ہیں اور ہم نے ان بے چاروں کو دھکے دے دے کر نکال دیا جبکہ گندگی اور بے راہ روی پھیلانے والے غیر ملکیوں پر ہم ہاتھ ڈالتے ہوئے گھبراتے ہیں...... ہمیں طبقہ اشرافیہ (ellite class) سے تعلق رکھنے والی بچیوں کے پیغامات ملنا شروع ہوئے اور نوجوان نسل کی بربادی پر فکر مند درددل رکھنے والوں نے آگاہ کرنا شروع کیا کہ کس طرح اسلام آباد میں ہوٹلز اینڈ موٹلز اور فارم ہاؤسز میں داد عیش دی جاتی ہے اور ریسٹ اور گیسٹ ہاؤسز میں کیا کیا تماشے لگائے جاتے ہیں؟...... سب سے زیادہ سنگین معاملہ مساج سینٹرز کا تھا

......اگران مساج سنٹرز میں صرف غیر ملکیوں کی آمد ورفت ہوتی تب بھی انہیں نظر انداز کر دیا جاتا لیکن وہاں تو معاملہ ہی بالکل مختلف تھا...... ہمارے وزراء، اراکین اسمبلی اور بیوروکریٹ ان کے مستقل ''گاہک'' تھے...... جب ہماری کارروائیوں کی وجہ سے ان لوگوں کے مفادات پر زد پڑی تو انہوں نے لال مسجد کے خلاف فضا ہموار کرنا شروع کر دی اور بالآخر ہماری مسجد، ہماری بچیاں اور ہمارے بچے انہی لوگوں کے بدترین انتقام اور ظلم و بربریت کا نشانہ بنے...... ہم چائنیز کو قطعاً اپنے مدرسے میں لانے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے بلکہ ہماری کوشش تھی کہ انتظامیہ جس طرح آئے دن مساجد اور مدارس کے خلاف کریک ڈاؤن کرتی ہے اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے کہ فحاشی کے ان اڈوں کے خلاف کارروائی ہو لیکن ہم نے اپنی طرف سے آخری حد تک کوشش کر دیکھی مگر انتظامیہ کو غیر ملکیوں کا نام سن کر ہی بخار آجاتا تھا...... اس لئے انتہائی مجبوراً یہ اقدام اٹھانا پڑا...... ہم نے ان چائنیز کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا بلکہ پاک چائنہ دوستی اور خیر سگالی کے نام پر انہیں چائنیز سفیر کے حوالے کیا...... اس نے ہمارا شکریہ ادا کیا اور لال مسجد کے دوستانہ رویے کی تہہ دل سے تعریف کی...... لیکن وہ طبقہ جو پہلے ہی ہمارے خلاف ادھار کھائے بیٹھا تھا...... اس نے ملک میں امن وامان کی فضا کو خراب کرنے اور خانہ جنگی کروانے کے لئے آپریشن کی راہ ہموار کرنا شروع کر دی اور پھر چند دن بعد رینجرز اور کمانڈوز لال مسجد کا محاصرہ کرنے لگے...... لال مسجد کے اردگرد کی عمارتوں پر مورچے بننے لگے...... اس پر جب اضطراب اور تشویش کا اظہار کیا گیا تو ہمیں زبانی تسلی دی گئی کہ حکومت آپریشن کا ارادہ نہیں رکھتی اور دوسری طرف سے پورے زور وشور سے آپریشن کی تیاریاں جاری رہیں...... اس سارے عرصے میں ہمیں یہ تلخ تجربہ ہوا کہ حکومت کے کچھ لوگ جھوٹ بولنے اور دھوکے بازی کے عوض ہی شاید تنخواہ وصول کرتے ہیں...... حکومت ہر موقع پر ہمیں دھوکہ دیتی رہی...... کبھی کوئی مذاکرات کے لئے آجاتا...... جب مذاکرات نتیجہ خیز ہونے لگتے تو ہمیں کہا جاتا ہم تو بے بس اور بے اختیار ہیں...... پھر کسی اور کے

ساتھ مذاکرات کا دور چلتا...... چودھری شجاعت حسین صاحب نے جب مذاکرات کا آغاز کیا تو ہم یہ سمجھے کہ چودھری صاحب کی ایک حیثیت بھی ہے اور وہ قدرے اچھے انسان بھی ہیں شاید وہ مساجد کی تعمیر نو اور ملک سے بے راہ روی کے خاتمے کی کوششوں میں کامیاب ہو جائیں گے ...... لیکن انہیں بھی بے بسی کا سامنا کرنا پڑا اور انہوں نے میڈیا کے سامنے اعلان کیا کہ لال مسجد والوں کی طرف سے تو مجھے مکمل تعاون اور مفاہمت پسندانہ رویہ ملا لیکن سی ڈی اے اور بعض نادیدہ قوتوں کی طرف سے مذاکرات کو سبوتاژ کیا گیا۔

مذاکرات کے دوران ایک طرف افہام وتفہیم کی بات کی جاتی تھی اور طاقت استعمال نہ کرنے کی یقین دہانی کروائی جاتی تھی لیکن دوسری طرف آپریشن کی تیاریاں جاری رہیں اور بالآخر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا...... ہم قطعاً تصادم اور تشدد کے حق میں تھے نہ اس کا ارادہ رکھتے تھے ...... ہماری چھ ماہ کی پرامن جدوجہد اس بات کی گواہ ہے کہ ہماری تحریک کے دوران کوئی ایک انگلی تک نہیں کٹی ،کسی کو کوئی زخم تک نہ آیا...... بلکہ دلچسپ ترین بات یہ ہے کہ تین جولائی کو جب آپریشن کیلئے آنے والی فورسز تیاری کر چکی تھیں مولانا صاحب اس وقت ان کے نام خطوط لکھوا رہے تھے کہ ہماری آپ کے خلاف کوئی جنگ اور دشمنی نہیں...... ہم اس سسٹم کی تبدیلی کی جدوجہد میں مصروف ہیں...... آپ غیروں کے کہنے پر مسجد، قرآن کریم، معصوم بچیوں اور نہتے طلبہ پر گولی ہرگز نہ چلائیں لیکن وہ کہاں باز آنے والے تھے؟

انہوں نے پہلے آنسو گیس کے شیل فائر کیے اور پھر اندھا دھند گولیاں برسنے لگیں ...... جب فائرنگ کا آغاز ہوا اس وقت میرے پاس ایک چھوٹی سی بچی کھڑی تھی ...... وہ مجھے کہہ رہی تھی کہ مجھے یقین نہیں آرہا کہ ہمارے فوجی بھائی ہم پر گولیاں برسا رہے ہیں...... اللہ کی شان کہ ایک سنسناتی ہوئی گولی آئی اور اسے شدید زخمی کر گئی لیکن اس کے باوجود وہ مسلسل موت وحیات کی کشمکش میں بھی یہی کہتی رہی کہ مجھے اب بھی یقین نہیں آرہا کہ ہمارے فوجی بھائیوں نے

ہم پر گولیاں چلائی ہیں......

3 جولائی سے لے کر 10 جولائی تک جو کچھ ہوا...... جس طرح ہماری بچیوں اور بچوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے ایسا شاید تاریخ میں کبھی بھی نہیں ہوا ہوگا...... ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہمارے وہ فوجی بھائی جنہیں آج تک ہم اپنا محافظ اور پاسبان سمجھتے رہے ان سے ہمیں کبھی بھی یہ توقع نہیں تھی کہ وہ اس حد تک چلے جائیں گے...... جب ہمارے بچے شہید ہونے لگے تو مولانا محمد عبدالعزیز صاحب مسجد کے احاطے میں گئے وہاں ہر طرف معصوم اور نہتے طلبہ کی لاشیں بکھری پڑی تھیں...... مولانا نے ان مظلوم شہیدوں کے سروں پر ہاتھ پھیرنا شروع کردیا اور بہت دکھی ہو گئے...... مولانا چونکہ بہت ہی رقیق القلب انسان ہیں اور وہ کسی صورت میں خون خرابے کے حق میں نہیں تھے...... اس لئے جب وہ واپس آئے تو انہوں نے مشورے سے یہ طے کیا کہ ہر صورت اس آپریشن کو رکوایا جائے...... چونکہ پہلے سے کچھ سرکاری لوگ مذاکرات کی بات کررہے تھے اب مولانا صاحب ان کی باتوں اور دھوکوں میں آگئے اور خون خرابے کو روکنے کے لیے مذاکرات کی غرض سے باہر نکل گئے...... میں مولانا کے باہر جانے کے حق میں نہیں تھی...... میں بار بار استخارہ کرتی تو مجھے مولانا کے باہر جانے پر شرح صدر نہ ہوتا...... اس لیے میں ان کی گرفتاری اور شہادت دونوں کے لیے ذہنی طور پر تیار تھی...... مولانا کو کن لوگوں نے کس انداز سے گرفتار کروایا میں اس تفصیل میں نہیں جاتی بلکہ "وافوض امری الی اللہ" ہم اپنا معاملہ اپنے اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

قصہ مختصر یہ کہ مولانا صاحب کو انتہائی توہین آمیز انداز سے گرفتار کرلیا گیا...... پھر مولانا کی جگ ہنسائی کر کے ہمیں شدید کرب واذیت سے دوچار کیا گیا...... مولانا صاحب کے بارے میں یہ تاثر دیا گیا کہ اپنی جان بچانے کیلئے جارہے تھے حالانکہ انہوں نے اگر اپنی جان بچانی ہوتی تو وہ اپنی بوڑھی والدہ کو اندر چھوڑ کر کیسے نکلتے......؟ اپنے جواں سال بیٹے حسان کو ضرور ساتھ لے

کر جاتے......اور کچھ نہیں تو کم از کم مولانا اپنی پیاری اسماء کو چھوڑ کر اپنی جان بچانے پر قطعی طور پر تیار نہ ہوتے......مولانا کی گرفتاری کے بعد ہمیں یہ توقع تھی کہ شاید اب مولانا کی گرفتاری کی قربانی سے آپریشن رُک جائے گا لیکن ظالموں کی لہو کی پیاس اس کے باوجود نہیں بجھی اور انہوں نے اندھا دھند فائرنگ اور آتش و آہن کی بارش برسانے کا سلسلہ جاری رکھا......کیونکہ ان کا مقصد مولانا اور غازی صاحب کی گرفتاری ہی نہ تھا بلکہ وہ اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے......امریکی خوشنودی کے حصول......ڈالروں اور ایف سولہ طیاروں کے لالچ میں اپنے بچے بچیاں ذبح کرنے پر تل گئے تھے......

وہ سات دن میری زندگی کے ناقابل فراموش دن ہیں جب میں نے اپنے بچوں اور بچیوں کو بھوک اور پیاس کی شدت کی وجہ سے تڑپتے دیکھا......جب میں اس منظر کو یاد کرتی ہوں تو لرز جاتی ہوں کہ میرے سامنے میری چھوٹی بچیاں خاک و خون میں تڑپ رہی تھیں......ان کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا......وہ کھانے کو کچھ مانگتیں تو میرے پاس انہیں دینے کیلئے تسلی کے سوا اور کچھ نہ ہوتا......جب وہ پانی کا سوال کرتیں تو میں بے بسی سے ہاتھ ملتی رہ جاتی......سات دن کے وہ سینکڑوں منٹ اور ہزاروں لمحات میں سے ہر ہر لمحہ ہمارے لئے قیامت بن کر گزرا......آپ نے لوگوں کو گولیاں لگنے کی وجہ سے تو مرتے دیکھا ہوگا......بیماری کے نتیجے میں دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے دیکھا ہوگا لیکن بھوک اور پیاس کی وجہ سے کسی کو نڈھال اور بے حال ہوتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا ہوگا......آپ نے جوانوں کے جسموں سے بہنے والے خون کو تو ضرور دیکھا ہوگا لیکن پھولوں اور کلیوں جیسے مسلے ہوئے بچے کبھی نہیں دیکھے ہوں گے......وہ کیا بے بسی کا عالم تھا کہ ہمارا وہ مدرسہ جہاں سینکڑوں لاوارث بچیوں کے لیے کھانا تیار ہوتا تھا اب وہاں ایک روٹی بھی میسر نہ تھی......ظالموں نے سب سے پہلے کچن پر اندھا دھند بمباری کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا پھر کچن کو آگ لگا دی......پہلے دو دن تو راشن تھا لیکن پھر راشن ختم ہو گیا تو مدرسے کے

احاطے میں بنی ہوئی کینٹین سے کچھ ٹافیاں اور بسکٹ مل گئے اور وہ بچیوں میں تقسیم کیے جانے لگے ......ٹافیوں سے زندہ انسان کا گزارہ بھلا کیسے ہوتا پھر نوبت پتے کھانے تک جا پہنچی ......ایک ایسے وقت میں جب پوری پاکستانی قوم مزے مزے کے کھانے اور اللہ کی نعمتیں کھا رہی تھی میری بچیاں پتے کھا کر گزارہ کر رہی تھیں ......ہم خود بھوکے رہ کر جن بچیوں کے کھانے کا بندوبست کرتے تھے ان کو بے بسی سے پتے کھاتے دیکھ کر بہت دکھ ہوتا لیکن جب غزوہ ''ذات الرّقاع'' کا خیال آتا جب صحابہ کرام نے پاؤں کے ساتھ چیتھڑے باندھے اور پتے کھائے تھے تو تسلی ہو جاتی کہ چلو ہم اور ہماری بچیاں بچے صحابہ کرام کی سنت زندہ کر رہے ہیں......

ہماری کوشش تھی کہ بچیاں کسی طرح باہر چلی جائیں ......ہم ترغیب دے دے کر بچیوں کو باہر بھیجنے کی کوشش کرتے لیکن ان کا جواب ہوتا کہ آج ہم قرآن کریم کے جلتے اوراق، گولیوں سے چھلنی مسجد، اپنے مدرسے اور اپنے اساتذہ کرام کو تنہاء چھوڑ کر باہر جانے کے لیے قطعی طور پر تیار نہیں...... مجھے وہ منظر کبھی بھی نہیں بھولے گا جب ایک بچی کے والد اسے لینے کے لیے آئے......وہ اپنی بچی کو اصرار اور تاکید سے حکم دے رہے تھے کہ وہ ان کے ساتھ چلی جائے لیکن وہ بچی بار بار کہہ رہی تھی کہ میں نے باہر نہیں جانا بلکہ یہیں شہید ہونا ہے...... جب اس کے والد نے بہت اصرار کیا تو اس بچی نے عجیب حرکت کی ......وہ اپنے بوڑھے باپ کے قدموں میں بیٹھ گئی ......سامنے ایک سفید ریش شہید کا جسد خاکی رکھا تھا......وہ بچی اس شہید کی طرف اشارہ کر کے روتے ہوئے کہنے لگی

''ابو جی! آپ کو اس شہید کا واسطہ مجھے آپ ساتھ نہ لے جائیں یہیں چھوڑ جائیں'' ......اس پر اس کے والد کو مجبوراً اس بچی کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے......

میں بڑی مشکل سے بہت سی بچیوں کو ترغیب دے کر جامعہ سیدہ حفصہ سے باہر بھیجنے میں کامیاب ہو گئی...... کیونکہ راشن کی کمی کی وجہ سے زیادہ بچیوں کا اندر رکنا ہمارے لیے بوجھ اور

پریشانی کا باعث بن رہا تھا...... لیکن وہ بچیاں جب یہ کہتیں کہ:

''آپی جان! جن لوگوں نے بڑے استاذ جی جیسی عظیم ہستی کو اتنا ستایا...... اتنا رسوا کرنے کی کوشش کی ...... جنہوں نے ہمارے بھائیوں کو دھوکے سے باہر بلا کر جیلوں اور عقوبت خانوں میں ڈالا...... ان کی قمیصیں اتروا کر ان کے ہاتھوں کو پیٹھ پیچھے باندھ دیا ان بھوکے درندوں کے رحم کرم پر آپ ہمیں کیوں باہر جانے کا کہہ رہی ہیں؟''...... تو میں لاجواب اور خاموش ہو جاتی...... ان سات دنوں کے دوران کسی ایک طالبہ نے بھی نہیں کہا کہ:

''ہائے...... ! ہم کیوں اندر رہ گئیں؟...... وہ کہا کرتی تھیں ہم یہیں شہید ہو جائیں گی لیکن باہر نہیں جائیں گی ...... ہم عزت اور شہادت کی زندگی کو ذلت کی موت پر ترجیح دیتی ہیں''...... لیکن عجیب بات ہے کہ باہر ہمارے بارے میں پروپیگنڈہ ہو رہا تھا کہ ہم نے اندر بچیوں کو یرغمال اور ڈھال بنا رکھا ہے......

آخر میں دو طرح کی بچیاں ہمارے ساتھ اندر رہ گئی تھیں...... ایک تو وہ بچیاں تھیں جو اپنے والدین کو اللہ و رسول اور شہداء کے واسطے دے دے کر اندر رکنے کی اجازت لینے میں کامیاب ہو گئی تھیں اور دوسری بڑی تعداد ان بے سہارا اور لاوارث بچیوں کی تھی جن کا کوئی والی وارث نہ تھا...... دراصل ہوا یوں تھا کہ زلزلے کے بعد مولانا عبدالعزیز صاحب نے القاسم فاؤنڈیشن کے رضا کاروں کی جو ٹیمیں بالاکوٹ اور کشمیر روانہ کی تھیں ان میں اعلان کروایا تھا کہ ''جتنے لاوارث، یتیم اور بے سہارا بچیاں اور بچے ہوں اگر وہ ہمارے ہاں آنا چاہتے ہیں تو ان سب کو لے آنا اور پھر جب وہ لٹے پٹے بچے اور بچیاں ہمارے مدرسے میں آئیں تو مولانا نے مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ واقعہ سنایا جب عید کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک یتیم بچے کو اپنے گھر لے آئے تھے اور فرمایا تھا آئندہ کے لیے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا باپ اور سیدہ عائشہ صدیقہ تمہاری ماں ہیں'' مولانا نے اس واقعے کا حوالہ دے کر فرمایا ''آج ہمیں حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کی وہ سنت زندہ کرنے کا موقع ملا ہے اس لیے اب ہم ان بچوں کو اپنے بچوں سے زیادہ پیار اور محبت دینے کی کوشش کریں گے......ہم نے ان لاوارث بچوں کے لیے قیام و طعام، کپڑوں بستروں اور کھلونوں کا بندوبست کیا......ان بے شمار بچیوں کا سب کچھ جامعہ حفصہ ہی تھا......وہ زلزلے کے بعد دربدری، یتیمی اور غریب الوطنی کے دکھ ایک دفعہ سہہ چکی تھیں......اب وہ دوبارہ ان کٹھن مراحل سے گزرنے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھیں......انہوں نے مجھے دوٹوک انداز سے کہہ دیا تھا ''آپی جان! ہم نے باہر نہیں جانا......ہم اگر باہر چلی بھی جائیں تو کہاں جائیں گی؟......ہمیں کس کا سایہ میسر آئے گا؟......آپ جیسا پیار اور محبتیں ہمیں اور کون دے گا؟''......میں ان بچیوں کے سامنے بے بس ہو جاتی......یوں تو میری سینکڑوں بچیوں نے میری گود میں آخری ہچکی لی......اور کلمہ پڑھتے ہوئے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کی......لیکن ایک بچی کی سفر آخرت پر روانگی مجھے کبھی نہیں بھولے گی......ہوا یوں کہ کسی معلّمہ کو کہیں سے کچھ آلو ملے انہوں نے لکڑیاں اکٹھی کر کے انہیں ابالنے کی کوشش کی......وہ آلو جب کسی حد تک کھانے کے قابل ہو گئے تو مجھے ایک چھوٹی سی بچی سے نے کہا ''آپی جان یہ آلو باہر کسی طالب علم بھائی کو دے آؤں''......میں نے کہا بیٹا کلمہ پڑھتی ہوئی جاؤ اور اگر باہر مدرسے کے کسی دروازے کے قریب کوئی بھائی ہوں تو یہ آلو انہیں دے آنا......اس بچی کے باہر نکلنے کے پندرہ بیس منٹ بعد باہر کسی طالبعلم کی آواز سنائی دی......وہ اونچی اونچی آواز سے کہہ رہا تھا ''ام حسان کہاں ہیں؟......آپی جان کہاں ہیں؟''ہم سب نے برقعے تو پہن ہی رکھے تھے......میں سامنے آئی تو عجیب منظر تھا......خون میں لت پت میری وہ بچی جسے میں نے آلو دے کر کسی بھوکے بھائی کو دینے بھیجا تھا......وہ ایک طالبعلم نے اس انداز سے اٹھا رکھی تھی کہ وہ لہولہان تھی......اس نے وہ بچی میرے حوالے کی......میں نے اسے اپنی گود میں رکھا......اور وہ بچی کلمہ پڑھتے پڑھتے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گہری نیند سو گئی......اس بچی کو لانے والے طالبعلم نے بتایا کہ میرے سامنے اس بچی کو ایک

گولہ آکر لگا...... وہ شدید زخمی ہو کر نیچے گری تو میں نے اس سیدھا کر کے لٹایا اور کہا کلمہ پڑھو اس نے جواباً کہا کلمہ تو میں پہلے سے پڑھ رہی ہوں کیونکہ مجھے آپی جان نے کہا تھا کہ کلمہ پڑھتی ہوئی جاؤ...... لیکن بھائی! آپ یہ بتائیں میں اتنی زیادہ زخمی ہوں اور میرا اتنا خون بہہ رہا ہے لیکن مجھے ذرا بھی درد نہیں ہو رہا اس کی کیا وجہ ہے؟...... پھر جب میں نے اس بچی کو اندر لانے کے لیے اٹھایا تو وہ کہنے لگی ''بھائی! مجھے فوراً آپی جان کے پاس لے جائیں......'' اور میں دوڑا دوڑا اسے آپ کے پاس لے آیا۔

ایک اور ثنیہ نامی بچی کا واقعہ اس سے بھی زیادہ ایمان افروز ہے...... میں جب بچیوں کو ترغیب دیتے ہوئے یہ کہا کرتی تھی کہ ہم لوگ اس وقت آزمائش سے دوچار ہیں...... اور اللہ رب العزت جس سے محبت کرتے ہیں اسے آزمائش میں مبتلاء کرتے ہیں...... میری یہ باتیں سن کر درجہ ابتدائیہ کی ایک ننھی سی طالبہ ثنیہ بار بار کہتی کہ مجھے اس بات پر یقین نہیں آرہا کہ ہم لوگ اس وقت اللہ کے اتنا قریب ہیں اور اللہ پاک ہم سے اتنا پیار کرتے ہیں...... اگر اللہ پاک ہم سے اتنا ہی پیار کرتے ہوتے تو ہم پر ظلم وستم کے اتنے پہاڑ کیوں توڑے جاتے؟...... میں اسے سمجھانے کی کوشش کرتی لیکن اسے یقین ہی نہ آتا...... ہوا یوں کہ نماز مغرب کے وقت وہ جامعہ حفصہ کے صحن میں رکھی ہوئی بارش کے پانی سے بھری بالٹیوں میں سے پانی لینے کے لیے گئی...... میں نے اسے کہا بھی کہ ثنیہ میری بیٹی! تیمّم کر کے نماز پڑھ لو...... پانی پہلے ہی کم ہے لیکن وہ عجیب سرشاری کے عالم میں آگے بڑھی...... بالٹی میں سے پانی لیا...... وضو کیا...... وہ وضو سے فارغ ہو کر جونہی کھڑی ہوئی اور اپنی ننھی سی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر کلمہ شہادت پڑھنے لگی تو ایک گولی آئی اور اس کی شہ رگ سے پار ہو گئی...... تو وہ بچی خون میں لت پت ہو گئی...... اور گر پڑی...... میں دوڑ کر اسے اٹھانے گئی تو وہ میری طرف دیکھ کر زور سے ہنسی اور کہنے لگی ''آپی جان! آپ ٹھیک کہتی تھیں...... واقعی اللہ پاک ہم سے بہت پیار کرتے ہیں'' اور پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو

گئی۔

ایک دن جب ہمیں کہیں سے تھوڑے سے کچے چاول ملے تو میں نے ٹوٹے ہوئے دروازوں اور کھڑکیوں کی لکڑیاں جمع کر کے بارش کے پانی میں وہ چاول ابالے اور بچوں کو دے کر کہا کہ ان چاولوں کا پانی خود پی لیں اور چاول زخمی طلبہ کو کھلا دیں...... ایک لڑکا وہ چاول مسجد میں موجود زخمیوں کو دینے چلا...... وہ جونہی باہر نکلا تو اسے ایک گولہ آ کر لگا اس نے کلمہ پڑھا، میں اس کی طرف جانے لگی تو حسان نے مجھے منع کر دیا اور اس نے خود اس کو کلمہ پڑھا کر آخرت کے سفر پر رخصت کر دیا۔

آپریشن کے دوران میرا معمول یہ تھا کہ میں اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر مختلف کمروں میں جاتی ......درسگاہوں میں جاتی ......بچیوں کو تسلی دیتی ......وہ سب ذکر اور مناجات میں مصروف ہوتیں......ان میں سے اکثر اپنے اللہ کی بارگاہ میں زار و قطار رو رہی ہوتیں......کچھ اپنی زخمی ساتھیوں کی تیمارداری میں لگی ہوتیں......جب ظالموں نے آگ کے گولے پھینکنے شروع کیے ......اور تخصص کی درسگاہ اور لائبریری میں آگ لگ گئی اور شعبہ حفظ کی درسگاہوں میں رکھے ہوئے قرآن کریم کے نسخے جلنے لگے تو میری چند باہمت اور عظیم بچیاں بے خطر اس آتشِ پرویز میں کود پڑیں اور اللہ کی مقدس کتاب کو بچانے کی سعی کرنے لگیں اور پھر وہ کتابِ مقدس کے ساتھ خود بھی اس آگ میں جل کر شہید ہو گئیں۔

میں نے ان سات دنوں اپنے اللہ کو بہت قریب سے دیکھا......ستر ماؤں سے زیادہ مہربان پایا......وہ غالباً جمعہ کی شب تھی جب میں نے مولانا انعام اللہ صاحب کے نام پیغام بھیجا کہ اللہ پاک آپ کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں آپ آسمانوں سے من و سلویٰ اتارنے والے رب سے دعا کریں کہ ان بچیوں کے لیے کھانے اور پانی کا کوئی بندوبست ہو اور زہریلی گیسوں سے نجات کی کوئی سبیل بنے......اس شب نجانے مولانا انعام اللہ شہیدؒ نے کیسے اللہ کی بارگاہ میں دعا

کی کہ اللہ نے بارش بھیج دی جس سے ہم نے سارے برتن پانی سے بھر لیے.....طوفان ایسا آیا کہ زہریلی گیسوں کا سارا اثر ختم ہوگیا.....اسی شب مسجد کی محراب میں سے شہد کے دو بڑے گیلن ملے ......میں نے شہد کا ویسا ذائقہ زندگی بھر کبھی محسوس نہیں کیا تھا......یوں تو شہداء کے اجسام سے بھی خوشبو آرہی تھی لیکن اس شہد کی خوشبو اس سے بھی انوکھی تھی......اس شہد کی خوشبو ایسی عجیب تھی کہ ہم جن برتنوں میں شہد کا شربت بنایا کرتے تھے ان برتنوں سے بھی خوشبو آنے لگتی تھی......وہ معمہ آج تک میرے لیے لاینحل ہے کہ وہ شہد کہاں سے آیا تھا؟......شاید ایسے ہی رزق کے بارے میں اللہ نے وعدہ کیا ہو **ویرزقہ من حیث لا یحتسب** کہ اللہ اپنے پرہیزگار بندوں کو ایسی جگہ سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے ان کے وہم وگمان مین بھی نہیں ہوتا"......مجھے بار بار خیال آرہا تھا کہ جو اللہ حضرت مریم علیہا السلام کو بے موسے پھل دے سکتا ہے وہ جامعہ حفصہ کی معصوم اور مظلوم مریموں کو اپنے خزانوں سے شہد کیوں نہیں دے سکتا؟......

شہد کے علاوہ بھی ہم نے اللہ تعالی کی نصرت کے عجیب وغریب نظارے کیے......شہید بچیوں اور بچوں کے جسم سے مہکنے والی خوشبو ہمیں حوصلہ دیتی تھی......اللہ کی عظمت اور شہادت کی حقانیت آشکارہ ہورہی تھی......گولیوں سے زیادہ اذیت زہریلی گیس کی وجہ سے ہوتی تھی......اس گیس کی وجہ سے دم گھٹنے لگتا تھا......یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی آدمی کا گلہ دبا رہا ہو......بچیاں کہتی تھیں "آپی جان! دعا کریں ہم گولی سے شہید ہو جائیں لیکن اس گیس کی اذیت ہم سے جھیلی نہیں جاتی"......لیکن اللہ کی شان دیکھیے کہ جس شب گیس زیادہ مقدار میں استعمال کی جاتی اللہ تبارک وتعالی اسی شب بارش بھیج دیتے......تیز ہوائیں چلنے لگتیں اور اللہ اس گیس کو خود انہی کے اوپر پلٹ دیتے......ہمارے پاس تو صرف چودہ کلاشنکوفیں تھیں اور گولیاں بھی نہ ہونے کے برابر تھیں......غازی صاحب کی طرف سے سختی سے یہ حکم تھا کہ کوئی فضول فائر نہ کرے بلکہ اکا دکا گولی صرف اس لیے وقفے وقفے سے فائر کر دیا کرو تا کہ انہیں یہ پتہ نہ چلنے پائے کہ ہم نہتے ہیں......یا

ہمارے پاس اسلحہ کم ہے......لیکن اللہ کی عجیب شان تھی جب چاروں اطراف سے مسجد و مدرسے پر بھاری ہتھیاروں سے فائرنگ کی جاتی تو فوجیوں کی اپنی گولیاں کراس ہو کر دوسری سمت کے فوجیوں کو لگتیں اور وہ یہ سمجھتے کہ شاید اندر سے فائرنگ اور مزاحمت ہو رہی ہے۔

اس سانحے کے دوران میرے دل پر کتنے گہرے زخم لگے اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟......آپ بچوں اور بچیوں کا معاملہ رہنے دیجئے میں آپ کو کن الفاظ میں بتاؤں کہ جب مسجد کی مقدس دیواریں اور الماریوں میں رکھے قرآن مجید گولیوں سے چھلنی ہو رہے تھے اس وقت ہمارے جگر کس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے تھے......اور جب ہمارے سامنے جامعہ سیدہ حفصہ میں مقدس کتابوں اور قرآن کریم کے اوراق جل رہے تھے تو ہم اپنی چادروں اور برقعوں سے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر اس آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہیں تھیں......وہاں پر ہر ہر کمرے اور ہر ہر درسگاہ میں قرآن کریم کے نسخے تھے......مقدس کتابیں تھیں......احادیث مبارکہ کے اوراق تھے اور پاکیزہ فطرت بیٹیاں تھیں......ہم کیا کیا کرتے؟......بچیوں اور بچوں کو تسلی دیتے......قرآنی آیات پڑھ پڑھ کر فضائل سناتے......ترغیب دیتے......ان کا بہتا ہوا خون روکتے......ان کے گرتے ہوئے آنسو پونچھتے یا جلتے ہوئے قرآن کریم کے اوراق کو لگی آگ بجھاتے......ہم نے اپنے بچوں اور بچیوں سے زیادہ قرآن کریم کی فکر کی لیکن ہم اپنی پوری کوشش کے باوجود قرآن کریم کی حرمت کی لاج نہ رکھ سکیں......اس کٹھن مرحلے میں ہمارے لئے سب سے زیادہ اذیت کی بات یہ تھی کہ بہت سے علماء ہمارے ساتھ فون پر بات کرنے کو تیار ہی نہ تھے......مجھ سے غازی شہیدؒ کی وہ حالت کبھی بھی بھلائی نہ جائے گی جب وہ علماء میں سے ایک ایک کا فون نمبر ملانے کی کوشش کر رہے تھے اور سب کے موبائل آف مل رہے تھے یا پھر وہ ہم مجبوروں اور مظلوموں کی بات سننے کو تیار ہی نہ تھے......بے چارے غازی صاحب تقریباً آدھا گھنٹہ نمبر ملانے کی کوشش کرتے رہے......جب کسی کا نمبر بند ملتا یا وہ غازی صاحب کا نام سن کر فون بند کر دیتا تو

غازی صاحب کو ان حضرات کی اس بے مہری پر سخت صدمہ ہوتا۔

غازی صاحب کے حوصلے، ان کی ہمت و بہادری اور ان کی فراست نے مجھے حیران کر دیا...... لیکن ان کا جذبہ اور اخلاص سب سے عجیب اور حیران کر دینے والا تھا...... میں کبھی کبھی ان سے کہتی کہ اپنے بچوں کے بارے میں کوئی وصیت تو کر دیں...... تو وہ جواباً عجیب پر یقین لہجے میں کہا کرتے تھے "میں اپنے جس رب کی خاطر جان دے رہا ہوں وہ میری اہلیہ اور بچوں کی حفاظت بھی کرے گا اور ان کو پالے گا بھی"

امی جی کا جذبہ ایمانی بھی عجیب تھا...... وہ کہا کرتی تھیں "دیکھا! میں نے تم لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ مجھے شہادت کی سعادت عطا فرمائیں گے اب مجھے اسی بستر پر شہادت ملے گی ...... وہ کہا کرتی تھیں اس گندی دنیا میں رکھا ہی کیا ہے...... جنت میں چلے جائیں گے جہاں کوئی ظالم و جابر نہیں ہوگا" جو بھی امی جی سے ملتا تھا اور ان کی باتیں سنتا تھا وہ اپنے ایمان میں ترقی محسوس کرتا تھا...... اور میرا احسان عجیب بات کہا کرتا تھا کہ ہم یہ صوم وصال دادا ابو کے ساتھ افطار کریں گے" اور آخر اللہ نے یہ سعادت اس کا مقدر کر دی کہ وہ اتنی چھوٹی عمر میں اپنے شہید دادا ابو کے پاس پہنچ گیا۔

ویسے تو مولانا کی گرفتاری کے بعد روزانہ ہی غازی صاحب مجھے کہتے رہے کہ "بھابھی! آپ باہر چلی جائیں لیکن 8 جولائی کو غازی شہید نے ہمیں ضد، اصرار اور منتیں کر کے باہر نکلنے پر مجبور کر دیا...... حسان اور غازی صاحب مجھے بار بار کہتے کہ ہم آپ کو بحیثیت امیر حکم دیتے ہیں کہ آپ باہر چلی جائیں کیونکہ اگر آپ زندہ حالت میں ان ظالموں کے ہاتھ لگ گئیں تو یہ آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غائب کر دیں گے...... بعد کے حالات نے ان کی بات کو سچ ثابت کر دکھایا کیونکہ جن لوگوں نے امی جی کی لاش غائب کر دی ان کے بارے میں آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کہاں تک جا سکتے ہیں...... جب میں اپنی دیگر زخمی بچیوں کو لئے وہاں سے

نکلنے لگی تو اپنا دل، جگر، کلیجہ اور اپنی بچیوں کی لاشیں، کتابیں اور اپنا سب کچھ وہیں چھوڑ آئی...... کوئی ماں ہی میری اس کیفیت کا اندازہ لگا سکتی ہے جب میں اپنے اکلوتے اور لاڈلے جواں سال بیٹے حسان شہید کی پیشانی پر اپنی زندگی کا آخری بوسہ دے رہی تھی اس وقت میرے دل پر کیا گزری ہوگی؟...... لیکن میں نے حسان سے کہا "بیٹا! میں نے تمہیں آج کے دن کیلئے ہی پالا تھا ...... ہمت نہ ہارنا استقامت کا مظاہرہ کرنا...... مسجد کے تقدس، قرآن کریم کی حرمت اور اپنی مظلوم بہنوں اور بھائیوں کے تحفظ کے لئے اگر میرے اللہ نے تمہاری قربانی قبول کر لی تو یہ ہمارے لئے سعادت اور سربلندی کا ذریعہ ہوگی...... میں نے حسان سے کہا "بیٹا! سینے پر گولی کھانا ...... دیکھنا! ہمیں اپنے اللہ کے سامنے شرمندہ نہ کرنا...... اس بات کا خیال کرنا کہ ہمیں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانا پڑے"

اللہ رب العزت پیغمبروں والا صبر اور حوصلہ کسی اور کو عطا نہیں کیا کرتے اور میں تو ایک عام سی انسان اور عورت ذات ہوں صبر کے فضائل اور اجر کی امیدیں ہی تو جینے کا حوصلہ دیتی ہیں لیکن انسانی فطرت اور بشری تقاضے جن کے باعث ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے کمسن بچے حضرت ابراہیم کو گود میں رکھ کر رو پڑتے ہیں تو ہم کون......؟

مجھے خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ایک شعر بڑی شدت سے یاد آرہا ہے...... انہوں نے فرمایا تھا

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّھَا

صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیاً

ترجمہ: مجھ پر اس قدر مصائب وآلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے کہ اگر یہ مصائب وآلام دنوں پر ٹوٹ پڑتے تو وہ درد وغم کی شدت سے راتوں میں بدل جاتے۔

اس وقت بھی میری بہت عجیب حالت ہے...... 3 جولائی سے 10 جولائی تک لال

مسجد اور جامعہ حفصہ میں میں نے جو دلخراش مناظر دیکھے وہ مجھے نہ چین سے جینے دیتے ہیں...... نہ آرام سے سونے دیتے ہیں...... میں جب بھی سامنے کھانا رکھ کر بیٹھتی ہوں تو مجھے اپنی بھوک اور پیاس سے تڑپتی ہوئی بچیاں یاد آنے لگتی ہیں...... ماہ رمضان میں جب افطاری کے لیے دستر خوان لگتا ہے اور اس پر اللہ کی رنگا رنگ نعمتیں سجی ہوتی ہیں تو مجھے امرود کے وہ پتے یاد آجاتے ہیں جنہیں کھا کر ہم لوگ گزارہ کرتے رہے...... ہماری مسجد و مدرسے پر سات دن تک آتش و آہن کی بارش اس کثرت اور شدت سے کی گئی کہ مجھے اب بھی یوں لگتا ہے جیسے میری سماعت جواب دے گئی ہو...... مجھے بہت اونچا سنائی دیتا ہے...... جب زلزلے سے متاثرہ بچیاں ہمارے پاس آئی تھیں تو ان کی عجیب حالت تھی وہ آرام سے بیٹھے بیٹھے ''زلزلہ زلزلہ'' کہہ کر چیخنے اور بھاگنے لگ جاتی تھیں مجھے آج ان کی اس کیفیت کا اندازہ ہو رہا ہے کیونکہ کبھی کبھار بیٹھے بیٹھے مجھے یوں لگتا ہے جیسے بھاری ہتھیاروں سے فائرنگ اور بمباری شروع ہوگئی ہو

اے دہکتے ہوئے سورج! یہ گواہی لکھ دے
دل کو زخموں سے بہلنے کی بھی خو آتی ہے
آج بھی عہد گزشتہ کی ہر ایک یاد کے ساتھ
سانس لیتے ہیں تو بارود کی بو آتی ہے

مجھے ان ماؤں، ان والدین اور شہدائے نفاذ اسلام کے ان ورثاء پر بہت رشک آتا ہے جن کے بچوں نے حق کی سر بلندی اور نفاذ شریعت کیلئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا...... میرے اللہ کو ان لوگوں پر کتنا پیار آتا ہوگا جن کے جگر گوشے اس گئے گزرے دور میں بھی نام خدا پر کٹ مرے...... سیدہ خنساءؓ والے جذبے رکھنے والی وہ بلند ہمت مائیں جنہوں نے اپنے لاڈلوں کے جنازوں پر گل پاشی کر کے ان کا استقبال کیا وہ مائیں یقیناً ہم سب کا مان ہیں...... ہماری شان اور ہماری آبرو ہیں...... وہ بہنیں جنہوں نے اپنے بانکے سجیلے بھائیوں کی روشن

جبینوں پر بوسے دے کر اللہ سے اجر کی امید رکھتے ہوئے انہیں آخرت کے سفر پر رخصت کیا وہ قابل رشک ہیں...... اللہ ان شہداء کی آخرت سنوار دے ...... اور وہ شہداء خود کتنے عظیم لوگ تھے جن کے لہو سے ، جن کی باقیات سے ، جن کی قبروں کی مٹی سے مسحور کن بہشتی خوشبو مہکتی رہی اور قرآن کریم کی تلاوت کی آوازیں آتی رہیں...... وہ عظیم المرتبت لوگ تھے جنہوں نے اپنے عہد کے کربلا کی مٹی کو اپنے پاکیزہ لہو سے رنگ دیا...... انہوں نے پوری قوم کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا...... اور پھر ایک بارات کی صورت فردوس بریں کی جانب چلے گئے...... میں اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ شہیدوں کی اس بارات میں میرا اکلوتا اور لاڈلا بیٹا حسان بھی شامل تھا ...... حوصلہ افزاء بات یہ ہے کہ ابھی تک جس جس شہید کی ماں اور دیگر اہل خانہ سے میری ملاقات ہوئی میں نے اللہ کے فضل و کرم سے سب کو صابر و شاکر پایا...... ہم سب ان قابل فخر شہداء کو سلام عقیدت اور خراج تحسین پیش کرتے ہیں جنہوں نے اہل حق کی لاج رکھ لی

لہو کے قطروں کے بیج بو کر ہزاروں گلشن سجانے والو

نچوڑ کر خون جگر سے اپنے چراغ محفل سجانے والو

تمہاری یادیں بسی ہیں دل میں افق کے اس پار جانے والو

سلام تم پر عظیم رہبرو ! سر دھڑ کی بازی لگانے والو !

سانحہ لال مسجد یقیناً ایک ایسا حادثہ ہے جس نے پوری قوم کو سوگوار کر دیا...... کتنی آنکھیں ہیں جن سے چھم چھم آنسو برستے رہے...... کتنے دل ہیں جو غم کی شدت کی وجہ سے پھٹنے کے قریب جا پہنچے...... جب عام لوگوں اور مسلمانوں کا یہ حال تھا تو خود سوچئے کہ اس حادثے نے ہمیں کتنے دکھ دیئے ہوں گے...... ہماری تو تین نسلیں دین کیلئے قربان ہو گئیں...... ہم نے تنکا تنکا جوڑ کر قوم کی بے وسیلہ اور بے سہارا بچیوں کیلئے جو آشیانہ بنایا تھا وہ اجاڑ کر رکھ دیا گیا...... اس مدرسے کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی جس کی ایک ایک اینٹ رکھنے کیلئے ہمیں نجانے کتنے کٹھن

حالات سے گزرنا پڑا......لیکن اس سب کچھ کے باوجود ہم اللہ کی تقسیم اوراس کی تقدیر پر راضی ہیں ......اورصبر کا دامن تھام کراس سے اجر کی امید رکھتے ہیں......اور شہداء کے باقی ورثاء سے بھی صبر وشکر سے کام لینے اوراجر کی امید رکھنے کی درخواست کرتے ہیں۔

اس وقت ایک سوال ہر کسی کے ذہن میں گردش کررہا ہے کہ کیا ان مظلوم ومعصوم جنتی شہزادوں اور ننھی پریوں کا خون رائیگاں چلا جائے گا......؟......نہیں......اللہ کی قسم نہیں......یہ خون ضرور رنگ لائے گا......اس خون کے اثرات ضرور مرتب ہوں گے......اس کے ثمرات ضرور ملیں گے......لیکن اصل سوال یہ نہیں کہ اس خون کا مستقبل اوراس کے اثرات کیا ہوں گے بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ اس لہو کے نتائج کے حصول کے لیے ہمارا کرداراور طرز عمل کیا ہوگا؟

ان قدسی صفت اور فرشتہ سیرت نوجوانوں کی قربانی کیوں کر رائیگاں جاسکتی ہے جو اپنے سارے خواب، اپنی ساری تمنائیں اور حسرتیں ساتھ لیکر دین پر کٹ مرے......ان کی قربانی نے فضا سازگار کردی ہے......اس وقت ہماری زرخیز مٹی پُرنم ہے......اہلِ حق کی یادگار قربانی نے حق کا بول بالا کردیا ہے......اس وقت، وقت ہمیں پکار رہا ہے......فردوس کے بالاخانوں سے ان شہداء کی روحیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ ''ہمارے پیغام اور ہمارے مشن کو بھلا نہ دینا......ہم نے جس مقصد کیلئے اپنی جانیں قربان کیں......اس مقصد کے حصول کیلئے اپنے تن، من اور دھن کی بازی لگادینا......''

شہداء نے پکارا ہے تم کو فردوس کے بالاخانوں سے
ہم راہ وفا میں کٹ آئے تمہیں پیارا ابھی تک جانوں سے
ہمارے خوں کے چھینٹے تم پاؤ بکھرے ہوئے جن راہوں پر
رکنا نہ کبھی ان جگہوں پر بڑھ جانا انہی ویرانوں سے

☆......اس وقت کا سب سے پہلا تقاضہ تو یہ ہے کہ لوگوں کے قلوب اسلامی نظام کے

پیغام اور آواز کو سننے کیلئے متوجہ ہیں......لوگ سنجیدگی سے غور کررہے ہیں کہ آخر اس ملک کا مستقبل اور مقدر کیا ہے؟......ایسے میں ہمیں سب سے زیادہ اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ اسلامی نظام کی آواز اور پیغام کو گھر گھر، دردر اور ہر ہر فرد تک پہنچایا جائے......جن علماء کرام کو اللہ تعالیٰ نے منبر ومحراب کا وارث بنایا ہے وہ منبر ومحراب کے ذریعے وراثت نبوی کی ذمہ داریاں سرانجام دیں...... اہل قلم اپنے قلم کے ذریعے......اور عام لوگ اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنے اپنے حلقہ احباب میں ذہن سازی کی محنت کو سنجیدگی اور لگن سے جاری رکھیں۔

☆......اس سانحے کے دوران کس کو کیا کرنا چاہیئے تھا اور کس نے کیا کیا......؟......یہ ایک ایسا معاملہ ہے جسے اللہ بھی دیکھ رہا تھا اور سب لوگوں کے بھی سامنے ہے اس لئے ہم اس معاملے کو اللہ ہی کے سپرد کرتے ہیں لیکن یاد رہے کہ اب اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں کہ فلاں نے یہ کیا اور فلاں نے یوں کیا......فلاں کو یوں کرنا چاہیئے تھا اور فلاں کو ایسا کرنا چاہیئے تھا......بلکہ سب سے زیادہ قابل غور وفکر بات یہ ہے کہ ہر انسان اپنے اپنے گریبان میں جھانک کر سوچے میں نے کیا کیا؟...... مجھے کیا کرنا چاہیئے تھا؟......اور اب میں کیا کرسکتا ہوں؟......سانپ کے گزر جانے کے بعد لکیر پیٹنے کا فائدہ تو ظاہر ہے کہ کچھ نہیں ہوتا تاہم تاریخ سے سبق سیکھ کر اور اپنی سابقہ کوتاہیوں کا احساس واعتراف کرتے ہوئے ان کی تلافی کا اہتمام کرنا، انسان کو اللہ اور اللہ کے بندوں کے ہاں سرخرو اور کامران کردیتا ہے۔

☆......لال مسجد کے شہداء نے اس لئے قربانی نہیں دی کہ ہم آپس کے لڑائی جھگڑوں اور تُو تُو میں میں، میں الجھ جائیں بلکہ ان کی قربانیوں نے تو ڈھیر ساری غلط فہمیوں کا خاتمہ کیا ......پروپیگنڈے کا توڑ کیا......سانحہ لال مسجد سے قبل جو غلط فہمیاں یا ابہام تھا وہ اب دور ہو چکا......جن لوگوں کو کل تک لال مسجد کا پیغام سمجھنے میں مشکل پیش آرہی تھی اب ان کیلئے ساری بات کھل کر سامنے آچکی ہے......اس لیے میں ہزاروں حفاظ شہید طلبہ وطالبات کی جانب سے

دست بستہ گزارش کرتی ہوں کہ:

''اب تو خدارا......!لال مسجد کے شہداء کے پیغام کو پھیلانے ......اوران کے مشن کو کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہو جائیں اور اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں آپس کے اختلافات اور بحث ومباحثے میں ضائع کرنے کی بجائے متفقہ اور مشترکہ طور پر اپنے اصل ہدف پر نگاہ رکھیں اور اپنی منزل مقصود کی طرف سفر کا آغاز کریں انشاء اللہ، اللہ کی مدد ونصرت ہمارے ساتھ ہوگی''۔

☆......جامعہ سیدہ حفصہ شہید کر دی گئی تو کیا، مدرسہ کسی عمارت کا نام تو نہیں ہوتا بلکہ تعلیم وتعلم کا سلسلہ تو درختوں تلے بھی جاری رہ سکتا ہے......اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ جگہ جگہ، گلی گلی، بستی بستی مدارس قائم کیے جائیں اور جہاں جس کو موقع ملے جہالت وضلالت کی تاریکیوں کو مٹانے کیلئے وہاں وہ اخلاص کے ساتھ علم کی شمع روشن کرتا چلا جائے کیونکہ

شکوۂ ظلمتِ شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کا کوئی چراغ جلاتے جاتے

الحمد للہ اب حضرات اکابر کی سرپرستی اور قیادت میں ''تحریک طلباء وطالبات برائے نفاذ اسلام'' کے پلیٹ فارم سے نئے عزم وحوصلے اور تازہ دم جذبوں وولولوں کے ساتھ نفاذِ شریعت کی محنت کا آغاز ہو چکا ہے......نفاذ اسلام کی جدوجہد کے لیے بیعت لی جارہی ہے......اس مبارک عمل اور محنت میں تمام افراد، مرد وعورتیں شریک ہوں ......ساڑھے چھ لاکھ شہدائے پاکستان کی دعوت اور ہزاروں شہدائے نفاذ اسلام کے مقدس لہو کی خوشبو آپ سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ......

''اے پاک وطن کے لوگو......!!!تحریک طلباء وطالبات برائے نفاذ اسلام کا ساتھ دو

چادر پوشی یا کفن پوشی

بنت بلال قریشی طالبہ جامعہ حفصہ

آخر میں چند طالبات کی آپ بیتیاں اور حالات وتاثرات پیش خدمت ہیں...... یہ صرف دو چار طالبات کی داستانِ غم ہے ورنہ نجانے کتنی ہی طالبات دردو کرب کے کتنے بھیانک قصے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے ساتھ لے گئیں...... ظلم وبربریت کی کتنی ہی داستانیں جامعہ حفصہ کے ملبے تلے دبادی گئیں...... اپنے مظالم کے ثبوت مٹانے کی سعی لاحاصل کرنے والے نجانے یہ کیوں بھول گئے کہ

قریب ہے یارو! روزمحشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جوچپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

نجانے کتنے خواب سجائے تھے ...... کس کس کو بلائیں گے ؟...... کتنے جوڑے سلوائیں گے؟...... سینڈل تو پہلے ہی لے کر رکھ لیے تھے...... ہم یہ سوچ سوچ کرفرحت محسوس کرتی تھیں کہ بھائی جان کتنے خوش ہوں گے...... ابو سے تحفہ وصول کروں گی ...... امی جی کو چادر پوشی کی تقریب میں بلاؤں گی ...... سہیلیوں کی دعوت ہوگی ...... مگر ہمارے خواب خواب ہی رہے...... اور آنکھ کی پتلی میں کھو کر آنسو بن گئے ...... گزشتہ چار سال کے دوران جب بھی ختم بخاری شریف اور چادر پوشی کی تقریب ہوتی تو میں اس حسین تصور میں کھو جایا کرتی تھی کہ میں کب اس منزل تک پہنچوں گی ......مجھ پر کب اس طرح پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جائیں گی ......اور وہ دن کب آئے گا جب میرے چاروں طرف بھی مبارکبادی کی صدائیں گونج رہی ہوں گی ......لیکن ہائے افسوس !خوشی کا وہ مرحلہ جب آیا تو اپنے ساتھ نجانے کیا کیا قیامتیں لے کر آیا...... میں وہ دن کبھی نہ بھول

پاؤں گی جب جامعہ حفصہ میں چادر پوشی کی جگہ کفن پوشی کی تقریبات منعقد ہوئیں ...... جامعہ کے درو بام کو پھول بوٹوں سے سجانے کی بجائے لہو سے غسل دیا گیا ...... ہمیں کتابوں کی بجائے لاشوں کے تحفے دیئے گئے ...... پھولوں کی بجائے گولیاں برسائی گئیں ...... بموں سے اڑے ہوئے بہنوں کے ٹکڑے اکٹھے کرنا پڑے ...... ہمارے شفیق استاد محترم مولانا عبدالعزیز صاحب جنہوں نے ہماری چادر پوشی کرنی تھی ان کی اپنی دستارِ فضیلت ان کے سر سے اتار دی گئی ...... اور غازی صاحب ...... جو ہماری چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے ...... اور ختم بخاری شریف اور چادر پوشی کی تقریب کے لیے تو اتنا اہتمام کرتے تھے کہ یوں لگا کرتا تھا جیسے اس ایک ہی دن میں ان کے گھر سے ان کی بہت ساری بیٹیوں کی ڈولیاں اٹھنے لگی ہوں ...... اس سال کیا تقریب ہوئی کہ غازی صاحب جہاں سٹیج بنوایا کرتے تھے وہاں اپنی بچیوں کی لاشیں اپنے ہاتھوں دفن کر گئے ...... سوچتی ہوں اللہ کے اس بندے نے کیا حوصلہ پایا تھا ...... یہاں تو باپ اپنی ایک بیٹی کی رخصتی پر نڈھال ہو جایا کرتے ہیں اور غازی صاحب نے تو اپنی بیسیوں بچیوں کے جنازے اٹھائے ...... شاید انہیں اتنی ہمت اس لیے ہوگئی کہ انہوں نے بھی اپنی بچیوں کے ساتھ جنت کے سفر پہ جانا تھا ورنہ اللہ کی قسم! ان کے سامنے جو کچھ ہوا وہ اگر کسی اور والد کے سامنے ہوتا تو اس کا کلیجہ پھٹ جاتا ...... اور آپی جان جن کی ہستی کی ٹھنڈی میٹھی چھاؤں اور ان کی ممتا کی کشادہ آغوش مجھ ایسی سینکڑوں لڑکیوں کی پناہ تھی انہوں نے ضبط کے کس کمال کا مظاہرہ کیا ...... اور میری دوست شازیہ جس نے انعام لینا تھا ...... اور صائمہ بتا رہی تھی کہ اس کے چاچو نے اسے ختم بخاری شریف کے موقع پر سونے کے ٹاپس بنوا کر دینے تھے ...... مگر بیچاری کرن ...... میری دوست جو سال میں صرف ایک بار گھر جاتی تھی کیوں کہ اس کا گھر بہت دور تھا ...... اور وہ کسی غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی ...... تین مہینے پہلے اس کا بھائی ملنے آیا اور اس کے لیے لیلن کا سوٹ لایا ہم لوگوں نے اس کو بہت کہا کہ شادی پر نیا سوٹ مل جائے گا اس کو ابھی پہن لو

لیکن اس نے پہننے کی بجائے اپنے پرانے سے بکس میں سنبھال کر رکھ لیا اور کہنے لگی میں تو یہ سوٹ ختم بخاری اور چادر پوشی والے دن پہنوں گی ...... ہمارے شدید اصرار کے باوجود اس نے وہ سوٹ نہ پہنا ...... کبھی کبھی وہ بڑے شوق اور چاؤ سے اپنا سوٹ نکالتی اور اس پر ہاتھ پھیرتی جاتی اور اسے دیکھ دیکھ کر محظوظ ہوتی رہتی ...... جونہی ختم بخاری شریف کے دن قریب آرہے تھے وہ خوشی سے پھولی نہ سما رہی تھی ...... شاید اس کے لیے ختم بخاری اور لیلین کے سوٹ کی خوشیاں برابر تھیں ......

ہم لوگ دن رات ایک کر کے حدیث کی بڑی بڑی کتابوں کا نصاب ختم کرنے میں لگی ہوئی تھیں تا کہ جلد از جلد ختم بخاری شریف کی تقریب منعقد کی جا سکے لیکن ہائے کاش ختم بخاری شریف کی بجائے ''ختم جامعہ حفصہ'' کا سانحہ رونما ہو گیا ...... خونی آپریشن نے ہماری تمام حسرتوں کا خون کر دیا ...... ہمارے سارے خواب ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گئے ...... ہماری خوشیاں دھری کی دھری رہ گئیں ...... گولیوں کی تڑتڑاہٹ اور بموں کے دھماکوں نے ہماری بہنوں کے جسموں کے چیتھڑے اڑانے کے ساتھ ساتھ ہمارے تمام منصوبوں کی بھی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں ...... جامعہ حفصہ جہاں سے دن رات قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں گونجا کرتی تھیں ...... جہاں قہقہوں اور مسکراہٹوں کا بسیرا تھا ...... وہاں خوف وہراس نے ڈیرے ڈال لیے تھے ...... ہمیں ہر لمحہ موت قریب آتی نظر آنے لگی۔

یہ خونی آپریشن کا تیسرا دن تھا ...... ہم پانچ سہیلیاں جامعہ کے ایک کمرے میں دبکی بیٹھی تھیں اور مسلسل وظائف کا ورد کر رہی تھیں ...... زندہ بچ جانے کی کوئی امید نظر نہیں آرہی تھی ...... ہم اپنی اپنی کتابیں سمیٹ سمیٹ کر صندوقوں میں رکھ رہی تھیں کہ سلمی کی نظر کرن کے سوٹ پر پڑ گئی ...... اس نے کرن کی گردن میں باہیں ڈال کر آخری بار اصرار کیا کہ اب تو اس سوٹ کو پہن لو ...... شاید اسے بھی یقین ہو چلا تھا کہ اب ہمارا ختم بخاری نہیں ہوگا ...... یا ہم خود ہی نہیں

ہوں گی...... وہ ضدی لڑکی بڑی شرافت سے مان گئی...... مجھے سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ کرن کو نیا جوڑا پہننے پر مبارک باد دوں یا اس سے لپٹ کر روؤں...... کرن اس سوٹ میں بہت پیاری لگ رہی تھی...... مجھے تو رہ رہ کر خیال آرہا کہ شاید اس کو میری نظر ہی کھا گئی...... ابھی وہ سوٹ پہنے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ نماز کا وقت ہوگیا...... کرن برآمدے میں رکھی بالٹی میں سے پانی لینے نکلی اور ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئی...... ایک بے رحم گولی نے اس کو لہولہان کر دیا...... کرن کا نیم جان جسم برآمدے میں پڑا تھا...... ہم تین چار دوستوں نے مل کر اسے کمرے کے اندر لایا...... عجیب بے بسی کا عالم تھا...... نہ تو ہمارے پاس کرن کے زخموں پر رکھنے لیے مرہم تھا نہ اس کو کھلانے کے لیے کچھ...... ماریہ نے اپنے پرس میں سے بسکٹ نکالے...... میمونہ نے پانی کا کٹورہ اٹھا کر کرن کے ہونٹوں سے لگایا لیکن اسے اس پانی کی کوئی حاجت نہ رہی تھی...... وہ تو جام شہادت نوش کر گئی تھی...... ہم دیر تک اسے حسرت، افسوس اور رشک بھری نظروں سے دیکھتی رہیں...... روتی رہیں...... نئے سوٹ میں ملبوس کرن کی مظلومیت اور معصومیت دیکھی نہ جاتی تھی...... ماریہ نے اپنے صندوق میں سے بڑی سی شال نکالی اور کرن پر پھیلا دی...... آپی جان ہمیں پہلے ہی کہہ رہی تھیں کہ تم لوگ باہر چلی جاؤ لیکن ہم نے انہیں جواب دیا تھا کہ ہم اپنے مدرسے میں آپ لوگوں کی معیت میں شہادت کو زندگی پر ترجیح دیتی ہیں...... لیکن کرن کی شہادت کے بعد آپی جان نے دو باجیوں کو ہمارے کمرے میں بھیجا اور ہمیں حکماً کہا کہ ہم ان باجیوں کے ساتھ چلی جائیں سو ہم بادل نخواستہ نکل آئیں...... اب بار بار کرن میری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے...... جن دنوں ہر مدرسے میں ختم بخاری اور چادر پوشی کی تقریبات ہو رہی تھیں...... مقدر والیوں کو خوشیاں نصیب ہو رہی تھیں...... اور ہم غموں کے ہجوم اور دل کے زخموں سے چور چور حسرت سے سوچا کرتی تھیں کاش! ہماری بھی کرن کی طرح چادر پوشی ہوئی ہوتی۔

ہم پر کیا بیتی؟ ...... طالبات ومعلمات جامعہ حفصہ

لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں آپریشن سائلنس کے دوران موجود جامعہ کی استانیوں اور طالبات نے بتایا کہ کئی طالبات بروقت ہسپتال نہ پہنچنے اور فوری طبی امداد نہ ملنے کی وجہ سے جامِ شہادت نوش کر گئیں ...... پولیس اور ایجنسیوں کے اہلکاروں اور ہسپتالوں سے زخمی طلبہ وطالبات کو گرفتار کر کے لے جاتے رہے ...... ایک قومی اخبار کے نمائندے سے خصوصی گفتگو کرتے ہوئے فاطمہ نامی طالبہ نے بتایا کہ وہ درجہ عالیہ میں پڑھتی ہیں اور راولپنڈی کی رہائشی ہیں ...... وہ آٹھ تاریخ تک جامعہ حفصہ میں رہیں ...... اس دوران وہ خشک روٹی پانی میں بھگو بھگو کر کھاتی رہیں ...... ان کا کہنا ہے کہ وہ سحری کے وقت پانی میں بھیگی روٹی کھا کر دن بھر روزہ رکھ لیتی تھیں اور مغرب کی اذان کے وقت پانی یا روٹی یا کوئی اور چیز جو میسر آتی اس سے افطار کر لیتی ...... فاطمہ نے بتایا کہ ہمارے پاس پانی کا جو کچھ ذخیرہ تھا ہم اسے بڑی احتیاط سے استعمال کرتی تھیں ...... ہماری کوشش یہ ہوتی تھی کہ ہم پانی زیادہ سے زیادہ بچا کر رکھیں تاکہ بوقتِ ضرورت کسی زخمی یا نڈھال طالبہ کے کام آسکے پھر ایسا ہوا کہ آپریشن کے چوتھے روز جمعہ کی رات کو بہت زوردار اور موسلا دھار بارش ہوئی جس کے پانی کو ہم نے اپنے پاس ذخیرہ کر لیا اور اسے پینے کیلئے استعمال کرنے لگیں ...... ہماری بہت سی سہیلیاں ہماری آنکھوں کے سامنے خون میں لت پت ہو چکی تھیں ہم بڑی مشکل سے ان تک پہنچ کر انہیں پانی پلاتیں اور ان کے زخموں پر اپنے دوپٹے پھاڑ پھاڑ کر پٹیاں باندھ دیتیں مگر یہ عارضی اور نہایت معمولی طبی امداد ان کے درد اور کرب کو کسی طرح کم نہ کر پاتی چند ایک کو تو شدید فائرنگ کی وجہ سے ہسپتال پہنچانا ممکن نہ ہوسکا اور وہ طبی امداد نہ ملنے اور خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے ہماری آنکھوں کے سامنے دم توڑ گئیں ...... فاطمہ نے بتایا کہ آپریشن کے پہلے دن میرے گھر سے میری امی اور بھائی مجھے لینے آئے تو میں نے کہا کہ میں

اپنی دوستوں اور استانیوں کو اس طرح مصیبت میں اکیلا چھوڑ کر ہرگز نہیں جاؤں گی یا تو اللہ تعالیٰ ہم سب کو سرخرو فرمائے گا یا پھر میں اپنی استانیوں اور دوستوں کے ساتھ یونہی شہید ہو جاؤں گی...... میری والدہ نے مجھے واسطے دیئے...... میری منت سماجت کی...... بھائی نے بھی ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر میں نے کہا کہ آپ لوگ گھر چلے جائیں اور ہمارے لئے دعاؤں کا اہتمام کریں...... اس کے بعد امی اور بھائی روتے ہوئے وہاں سے واپس ہو گئے۔

اس دوران کئی طالبات اپنے والدین کے شدید اصرار اور رونے دھونے سے مجبور ہو کر ان کے ساتھ چلی گئیں...... جامعہ حفصہ میں تیسرے دن تک سو طالبات کی لاشیں گر چکی تھیں مگر عجیب بات یہ ہے کہ ان لاشوں سے عجیب و غریب قسم کی خوشبوئیں اُٹھتی محسوس ہوتیں تھیں...... آٹھ تاریخ کو جب شیلنگ کی جا رہی تھیں تو ہمارے کمرے میں بھی ہر طرف گیس ہی گیس پھیل گئی تھی ہم باہر بھی نہیں نکل سکتیں تھیں کیونکہ کسی بھی سمت سے گولی آ سکتی تھی پھر ایسا ہوا کہ انکھوں میں شدید جلن اور سانس کے گھٹن کے باعث میرا دماغ ماؤف ہونے لگا اور پھر مجھے پتہ نہ چلا کہ میں کب بے ہوش گئی مجھے جب ہوش آیا تو میں کمپلیکس ہسپتال میں تھی جہاں ہر طرف زخمی اور بے ہوش طالبات پڑیں تھیں...... ہم پانچ طالبات کو شام کے وقت ایک ایمبولنس کے ذریعے حاجی کیمپ پہنچایا گیا جہاں سے پوچھ گچھ کے بعد اگلے دن اپنے والدین کے حوالے کر دیا گیا۔

سنبل نامی ایک طالبہ نے بتایا کہ میں جامعہ حفصہ میں دو سال سے زیر تعلیم ہوں...... ہماری استانیاں خصوصاً آپی جان (اِم حسان) تمام طالبات سے بہت شفقت اور محبت سے پیش آتی تھیں...... طالبات استانیوں اور آپی جان (ام حسان) سے اپنے گھر والوں کی طرح محبت کرتی تھیں...... سنبل نے بتایا کہ جب پہلے دن بہت زیادہ شیلنگ ہوئی تو ہم طالبات پانی کی بالٹیاں بھر بھر کر لاتیں اور متاثرہ طالبات کو کپڑے کے ٹکڑے بھگو بھگو کر دیتیں اور نمک تقسیم کرتیں شیلنگ سے متاثرہ اور زخمی طالبات کو ایمبولنسوں کے ذریعے ہسپتال منتقل کیا جاتا تو راستوں میں

ناکوں پر کھڑے پولیس اہلکار ایمبولنسوں کو روک کر طالبات کو گرفتار کر لیتے...... اسی طرح ہسپتال سے ٹریٹمنٹ کے بعد باہر نکلنے والی طالبات کو بھی پولیس والے لے گئے۔

جامعہ حفصہ کی ایک استانی ریحانہ نے بتایا کہ جب آپریشن شروع ہوا تو اس دن میں اتفاق سے گھر میں موجود تھی...... مجھے دوپہر ایک بجے کے قریب میری بہن نے فون کر آپریشن شروع ہونے کی اطلاع دی...... میں نے اپنے بچوں کو پڑوس میں چھوڑا اور اپنے شوہر کے ہمراہ جامعہ حفصہ روانہ ہوگئی...... اس وقت بھی فائرنگ کا سلسلہ جاری تھا میں عقبی راستے سے جامعہ میں داخل ہوئی تو اس وقت شدید شیلنگ سے طالبات بے ہوش ہو کر گر رہی تھیں اور استانیاں انہیں اُٹھا اُٹھا کر ایمبولینسوں میں پہنچا رہی تھیں...... میں نے بھی متأثرہ طالبات کو گاڑی میں ڈالا اور دوسری استانیوں کے ہمراہ ہسپتال روانہ ہوگئی...... ہمیں ہسپتال کی بعض خواتین ڈاکٹروں نے کہا کہ سرکاری اہلکار یہاں آنے والی طالبات کو گرفتار کر کے لے جاتے ہیں آپ لوگ برقعے اتار کر چادروں سے نقاب کر لیں تاکہ یہ آپ کو نہ پہچان سکیں...... وہ ہمیں ایک کمرے میں لے گئیں جہاں ہم نے اپنی پہچان تبدیل کی اور چادروں سے نقاب کر لیا ہمارے ساتھ کشمیر کی ایک استانی بھی تھیں جو ہسپتال آتے ہوئے اپنے دو معصوم بچوں کو بھی ساتھ لے آئی تھی...... اس دوران ہسپتال میں موجود ایک زخمی طالبعلم کو جب پولیس اہلکار گرفتار کر کے لے جانے لگے تو اس نے پولیس والوں کے آگے ہاتھ جوڑ لیئے کہ خدا کے لیئے اس زخمی طالبعلم کو گرفتار نہ کرو...... پولیس والوں نے جب زبردستی لے جانے کی کوشش کی تو اس نے ایک بار پھر ہاتھ جوڑ کر کہا کہ خدا کیلئے میرے دونوں معصوم بچے لے جاؤ مگر زخمی طالبعلم کو گرفتار نہ کرو مگر پولیس نے اس کی ایک نہ سنی اور اس زخمی طالبعلم کو گرفتار کر کے لے گئے...... بعد میں پولیس اہلکار اس استانی کو بھی معصوم بچوں سمیت گرفتار کر کے لے گئے...... میں نے حلیہ بدل لیا تھا...... میرے ساتھ دو طالبات بھی تھیں میں ان دونوں کو اپنے ساتھ لے کر گھر آ گئی جہاں سے انہیں ان کے گھر پہنچا دیا۔

وصیت نامے

جامعہ حفصہ کی طالبات نے آخری دنوں میں اپنے اہل خانہ کے نام جو وصیت نامے لکھے ان میں سے چند ایک ہی اپنی منزل تک پہنچ سکے ہیں بقیہ ہزاروں وصیت نامے کٹی پتنگوں کی طرح ادھر ادھر بکھر گئے ...... ملبے میں مل کر گندے نالے کی نذر ہو گئے ......طالبات کے بکسوں اور بیگوں میں ملبے تلے دب کر رہ گئے ......انہی وصیت ناموں میں سے صرف دو طالبات کے وصیت نامے یہاں درج کیے جا رہے ہیں ......ان وصیت ناموں سے طالبات کے ایمانی جذبات ان کے افکار و نظریات کا اظہار بھی ہوتا ہے اور ایمان و یقین کو جلا بھی ملتی ہے...... یہ وصیت نامے دعوت فکر بھی ہیں اور پیغام عمل بھی

جامعہ حفصہ کی طالبہ راشدہ کا وصیت نامہ

پیاری امی ! قابل احترام ابو جی !

جب آپ لوگ میری یہ تحریر پڑھیں گے ،اس وقت میں پتہ نہیں کہاں ہوں گی؟ ......شاید آسمانوں میں......شاید معطر فضاؤں میں یا یہیں کہیں آپ کے پاس...... مجھے پتہ ہے کہ اپنی پیاری بیٹی کا وصیت نامہ پڑھنا آپ کے لیے بہت مشکل ہوگا لیکن آپ کے لیے یہ اعزاز کیا کم ہے کہ آپ لوگوں کے مقدر میں یہ خوش نصیبی لکھی تھی کہ آپ شہید حافظہ کے والدین کہلائیں۔

ابو جی ! میں آپ کو وصیت کرنا چاہتی ہوں کہ آپ نے میری شادی کے لیے جو پیسے رکھے ہوئے ہیں ان سے امی جی کی آنکھوں کا آپریشن کروائیں اور آپ بھی پلیز اپنے گھٹنوں کا علاج کروائیں اگر پھر بھی کچھ پیسے بچ جائیں تو ان سے بھائی کو دکان کھلوا دیں تا کہ گھر کا خرچہ چلایا جا سکے۔

امی جی! آپ نے جو میرے جہیز کے جوڑے بنائے ہوئے ہیں وہ غریبوں کو دے دینا ......ان کی بچیوں کا بھی ہمارے اوپر حق ہے اس عمل سے ہمارے سرکارؐ بہت خوش ہوں گے تو میری روح بھی خوش ہوگی۔

بھیا جی! آپ سے میری آخری فرمائش ہے کہ آپ نماز پابندی سے پڑھا کریں اس سے دنیا آخرت میں آپ سرخرو ہوں گے......انشاءاللہ

پیارے ابو جی! ساری باتیں میں ابھی نہیں کروں گی کیونکہ وقت بہت کم ہے بس اتنی بات کرنا ضروری ہے کہ میں آپ دونوں کی اور بھیا جان کی کوئی خدمت نہیں کرسکی اس لیے آپ مجھے معاف کر دینا اور میں آپ کے حکم کے باوجود گھر واپس نہیں آئی اس پر بھی معاف کر دینا ......یہ جامعہ حفصہ بھی تو میرا گھر ہے نا، جس میں آپ نے خود مجھے داخل کروایا تھا۔

یہاں جو حالات ہیں ان میں ہم بہت پریشان ہیں لیکن پچھتاتے نہیں کیوں کہ اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ......

آخر میں آپ تینوں کو سلام ......آپ لوگ مجھے ضرور معاف کر دینا ......اللہ پاک آپ سب کو خوشیاں دے......اور پیاری امی جی! پلیز، آپ نے رونا نہیں میرے لیے

فقط والسلام

آپ کی راشدہ (دستخط)

پیاری امی، ابو، اظہر بھائی، مظہر بھائی اور مصباح!

السلام علیکم

میں عرض یہ کرنا چاہتی ہوں کہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ موت برحق ہے...... ہر کسی کو آنی ہے، مجھے بھی اور آپ کو بھی آنی ہے تو پھر کیوں نہ ایسا ہو کہ ہم ایک اچھی موت مر جائیں...... اچھی موت شہادت کی موت ہے اور شہادت کی موت جس کو آجائے وہ شخص ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جاتا ہے...... یہ ایسی موت ہے کہ شہید قیامت کے دن یہ تمنا کرے گا کہ کاش میں ایک مرتبہ پھر زندہ کر دیا جاؤں اور پھر مجھے دوبارہ شہادت کی موت نصیب ہو جائے...... یہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ آپ آخرت میں فخر محسوس کریں گے کیوں کہ آخرت میں شہید کے ماں باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ ہو گی اور شہید کے لیے آخرت میں بڑا مقام ہے۔

امی ! آپ کو اور ابو کو پتا ہے کہ ہمارا مطالبہ کوئی بہت زیادہ مشکل اور ناجائز نہیں ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں اسلامی نظام نافذ ہو جائے اور اس مقصد کے لیے ہم اپنی جانیں اپنی خوشی سے خود پیش کر رہے ہیں ہمیں کوئی مجبور نہیں کیا جا رہا آپ یہ نہ سمجھنا کہ ہمیں مجبور کیا گیا ہے...... ہمارے بھائی جب اسلامی نظام نہ لا سکے تو ہم نے سوچا کہ ہمیں خود ہی کچھ کرنا ہو گا...... اس لیے میری امی جان، ابو جان، بھائی جان مظہر، بھائی جان اظہر اور میری بہن مصباح! آپ سب سے میں دعاؤں کی گزارش کرتی ہوں...... میری شہادت کے بعد آپ نے رونا بالکل نہیں ہے بلکہ آپ فخر محسوس کریں کہ ہماری بیٹی شہید ہوئی ہے...... کسی کو بھی بین اور نوحہ نہ کرنے دینا ...... اس لیے کہ اس سے مردہ جسم کو تکلیف ہوتی ہے...... جنت میٹھی ہوتی ہے ذرآپ بھی اس کا مزہ چکھ لینا...... مصباح کو بہت بہت سلام...... اور میری بہن ! تم ہمیشہ زندگی میں جہاد کرنا سیکھو۔

تمام رشتہ داروں کے نام

میں اپنے تمام رشتہ داروں سے گزارش کرتی ہوں کہ انسان خطا کا پتلا ہے انسان سے بہت ساری غلطیاں ہوتی ہیں...... اگر میں نے کوئی غلطی کی ہو تو مجھے معاف کر دینا اور اگر میں نے کسی کا قرض دینا ہو تو میری امی یا ابو سے وصول کر لینا...... اگر کسی کے دل میں میرے لیے کوئی بات ہو تو وہ بھی پلیز نکال دینا۔

امی !......ابو...... ! اگر میں نے کسی طالبہ کا قرض دینا ہو تو آپ اس کو دے دینا اور میری تمام چیزیں کپڑے وغیرہ غریب لوگوں کو دے دینا۔ بڑے بھائی سے گزارش کرتی ہوں کہ آپ حافظ ہیں آپ نے میرے لیے قرآن پاک کا ختم ضرور کرنا ہے اور آپ نے بھی دین کی سربلندی کے لیے اس میدان میں ضرور نکلنا ہے...... اور سب سے گزارش کرتی ہوں کہ وہ نمازوں کا اہتمام کریں اور تسبیحات کا اہتمام کریں ...... صبح وشام ایک تسبیح درود شریف کی ، ایک تسبیح تیسرے کلمے کی ، ایک تسبیح استغفار کی اور ایک تسبیح پہلے کلمے کی پڑھ کر میرے لیے بھی دعا کرنی ہے ...... اعمال کا بہت اہتمام کریں کیونکہ یہ اعمال ہی آخرت میں کام آئیں گے۔

میں امی اور مصباح سے گزارش کرتی ہوں کہ آپ نے شرعی پردہ شروع کرنا ہے اس میں چاہے کوئی بھی ناراض ہوتا ہے تو ہو جائے۔ مصباح! آپ نے اپنا قرآن کریم ضرور مکمل کرنا ہے اور میرے (ایصال ثواب کے) لیے ضرور پڑھنا ہے۔

اظہر بھائی ! آپ بھی نمازوں کا اہتمام کیا کریں اور امی ابو کا کہنا مانا کریں اور آپ مصباح کو نہ ڈانٹا کریں۔

والسلام

آپ کی بیٹی

سائرہ عبدالکریم دورہ حدیث

تاریخ کا قرض اور اپنا فرض ادا کیجئے

اگر آپ کے پاس سانحہ لال مسجد و جامعہ سیدہ حفصہؓ ......علامہ عبدالرشید غازی شہیدؒ کی عہد ساز شخصیت کے حالات و خدمات......اور شہید طلبہ و طالبات کے حوالے سے کسی قسم کی معلومات یا مواد موجود ہو تو فوری طور پر ہمیں لکھ بھیجئے یا بذریعہ فون آگاہ کیجئے

تاریخ رقم کرنے والوں کی تاریخ محفوظ کی جارہی ہے

برائے رابطہ: 0332-5342782